وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا ٱلۡقُرۡءَانَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِن مُّدَّكِرٍ (القرآن)

اورہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کردیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے!

جلد13	شمارہ01	جمادی الثانی1440ھ	فروری2019ء

ISSN 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی — مدیر معاون ونگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

حافظ مختار احمد گوندل — تزئین وگرافکس: ثاقب نذر

پروفیسر خلیل الرحمٰن — قانونی مشاورت:

محمد فیاض عادل فاروقی — محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون بشمول خصوصی اشاعت: اندرونِ ملک 800روپے، معمول کا شمارہ 50روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ البقرۃ	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	افتتاحی کلمات: رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْنَ ﷺ سیمینار	انجینئر مختار فاروقی	14
5	فہم قرآن _ ایک تشنہ پہلو (2)	ڈاکٹر محمد سرشار خان	24
6	قرآنِ حکیم سے اقبال کی وابستگی	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی	31
7	’روحِ محمد ﷺ ان کے بدن سے نکال دو‘	اللہ بخش فریدی	38
8	عظمتِ صدیق اکبر (ابوبکر) ؓ	پروفیسر مہر غلام سرور	43
9	.... ہپی نیو ائیر، ویلنٹائن ڈے اور بسنت	محمد منظور انور	51
10	خصوصی اشاعت پر اہلِ علم کے تأثرات		57
11	تبصرہ و تعارف کتب		60

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں
10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورة البقرة (02) آیات 30-33

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ

اور (وہ وقت یاد رکھنے کے قابل ہے)

جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

میں زمین میں (اپنا) نائب بنانے والا ہوں

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ

انہوں نے کہا: کیا تو اس میں ایسی مخلوق کو نائب بنانا چاہتا ہے

جو (جنوّں کی طرح) خرابیاں کرے اور کشت وخون کرتا پھرے

وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ

اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں

قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

(اللہ نے) فرمایا: میں وہ (باتیں) جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

اوراس نے آدم کوسب (چیزوں کے) نام سکھائے

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ

پھراُن کوفرشتوں کے سامنے کیا

فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾

اورفرمایا کہ اگرتم (خلافت کے) سچے (مستحق) ہو تو مجھےان کے نام بتاؤ

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا

انہوں نے کہا: تو پاک ہے جتناعلم تو نے ہمیں بخشا ہے

اس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿٣٢﴾

بےشک تو دانا (اور) حکمت والا ہے

قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ

(تب) اللہ نے (آدم کو) حکم دیا کہ

اے آدم! تم ان کوان (چیزوں) کے نام بتاؤ

فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ

جب انہوں نے ان کوان کے نام بتائے

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ

تو (فرشتوں سے) فرمایا کیوں میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ

اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

میں آسمانوں اورزمین کی سب پوشیدہ باتیں جانتا ہوں

وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿٣٣﴾

اور جوتم ظاہر کرتے ہواور جو چھپارہے تھے (سب) مجھ کومعلوم ہے

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا أَنْعَمَ عَلٰی عَبْدٍ نِعْمَۃً یُحِبُّ أَنْ یَّرٰی أَثَرَ النِّعْمَۃِ عَلَیْہِ ، وَ یَکْرَہُ الْبُؤْسَ وَ التَّبَاؤُسَ ، وَ یُبْغِضُ السَّائِلَ الْمُلْحِفَ ، وَ یُحِبُّ الْحَیِیَّ الْعَفِیْفَ الْمُتَعَفِّفَ

(بیہقی، عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

بے شک اللہ عزوجل جب کسی بندے کو کوئی نعمت عطا فرمائے تو وہ پسند کرتا ہے کہ اس نعمت کا اثر اس بندے پر دیکھے، اور بدحالی اور تنگ دستی کے اظہار کو ناپسند کرتا ہے اور چمٹ کر مانگنے والے سے نفرت کرتا ہے اور شرم وحیا کرنے والے، سوال سے بچنے والے اور پاک دامنی اختیار کرنے والے سے محبت کرتا ہے۔

الجامع الصغیر فی احادیث البشیر و النذیر جلال الدین سیوطی

زندگی در جستجو پوشید است علامہ اقبال
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است

روئے ارضی کے انسانی معاشروں سے
سماجی بُرائیوں(SOCIAL EVILS)
کا خاتمہ آسمانی ہدایت پر عمل کے بغیر ممکن نہیں!

انجینئر مختار فاروقی

☆ آج روئے ارضی پر انسانیت جس کرب، دُکھ اور گھٹن سے دوچار ہے اس کی وجہ وہ سماجی برائیاں ہیں جو مشرقی اور روایتی معاشروں میں SOCIAL EVILS کہلاتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ معلوم ماضی سے لے کر آج تک یہ سماجی برائیاں ہر انسانی معاشرے میں ناپسندیدہ، انسان دشمن، اخلاق دشمن، خدا بیزار اور آسمانی ہدایت کے یکسر خلاف سمجھی جاتی رہی ہیں۔

☆ ماضی قریب تک ہر معلوم انسانی معاشرے میں ان سماجی برائیوں کے سدّ باب کے لیے قوانین اور سزائیں موجود رہی ہیں۔ پھر جب کبھی ان معاشروں نے سماجی برائیوں میں بے باکی دکھائی اور سارے سماجی بندھن، اخلاقی اقدار اور مذہبی پابندیاں توڑنے پر آمادہ ہو کر کرپٹ معاشرے کا نقشہ پیش کیا تو آسمانی آفتوں نے آلیا یا اجتماعی انسانی ضمیر نے جوش مارا اور خانہ جنگی یا بیرونی حملہ آوروں کی یلغار سے وہ معاشرہ صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔

☆ گزشتہ صدی کے نصف تک تمام روئے ارضی کے معاشروں میں ضمیر، اخلاق، اخلاقی قدریں اور انسانیت کا وجود تھا اور اس کا چرچا تھا۔ فلاسفہ، ادیب، اہل قلم، علماء، فضلاء، مذہبی رہنما، اہل علم موجود تھے جو ان اقدار کے فروغ کے لیے جدوجہد بھی کرتے تھے اور نمونہ بھی بنتے تھے۔ ذیل میں ہم آج سے سات دہائیاں پہلے کے چند عالمی مشاہیر اور مغربی معاشرہ کے باضمیر انسانوں کی QUOTATIONS نقل کر رہے ہیں تاکہ قارئین اندازہ کر سکیں کہ صرف پون صدی

کے اندر اندر کسی نادیدہ ابلیسی قوت (یا ابلیسی قوتوں) نے اس عظیم انسانی متاعِ عزیز (ضمیر) نام کی چیز پر ڈاکہ ڈالا ہے اور آج کی دنیا ضمیر اور CONSCIENCE کی اصطلاحات سے بالکل نابلد دکھائی دیتی ہے اور آج کی مغربی تہذیب اور مغربی تعلیم کے پروردہ مشرقی انسان کے لیے ضمیر، انسانی اقدار اور سماجی برائیاں (SOCIAL EVILS) کے الفاظ کو بے معنی بنا دیا ہے۔

ماضی کے چند مشاہیر اور عالمی سطح کے دانشوروں کے اقوال (QUOTATIONS):

1. Be the master of your will and the slave of your conscience. (Aristoteles)
2. Conscience is a man's compass. (Vincent Van Gogh)
3. A clear conscience yields a good night's sleep.
4. There is a higher court than courts of justice and that is the court of conscience. It supercedes all other courts. (Mohandas Gandhi)
5. Conscience is the voice of the soul.(Polish Proverb)
6. A clear conscience is the greatest armour. (Chinese proverb)
7. Conscience is God's presence in man. (Emanuel Swedenborg)
8. Conscience is God'a Present in Man. (Victor Hugo)
9. If you can't listen to your own conscience what makes you think you'll listen to the Holy spirit?
10. Courage without conscience is a wild beast. (Robert Green Ingersoll)

☆ ان اقوال سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مغربی اقوام کے اجتماعی شعور میں ضمیر (CONSCIENCE) کا اعتراف تھا اور انھیں خالق کائنات اور محاسبہ آخرت (ULTIMATE ACCOUNTABILITY) کا گہرا ادراک تھا جو مسلسل نافرمانی سے کم ہوتے ہوتے اب معاشرے میں صفر ہو گیا ہے بلکہ صفر سے نیچے گر گیا ہے۔ اس لیے کہ اب مغربی معاشرہ نہ صرف بے ضمیر (SECULAR) ہو گیا ہے بلکہ ضمیر کو لعن طعن کر رہا ہے اور یوں اخلاق دشمن رویوں پر

اُتر آیا ہے۔ جو باتیں پہلے ضمیر کی آواز پر سماجی برائیاں (SOCIAL EVILS) کہلاتی تھیں آج مغرب میں وہ انسانی اقدار کا درجہ حاصل کر چکی ہیں۔

☆ آج مغرب انسان کی پیدائش، بچپن، تربیت، تعلیم، جوانی، عملی زندگی اور رہن سہن (LIFE STYLE) کو تبدیل کر رہا ہے اس علم کو سوشل انجینئرنگ (SOCIAL ENGINEERING) کہا جا رہا ہے اور انسان کے اندر ضمیر اور نیکی / بدی کے احساسات کو ختم کر کے انسان کو ایک MORALLESS اور VALUELESS انسانی شکل کی مخلوق میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ یہ مخلوق عملی طور پر حیوان ہوگی اس میں اخلاق، کردار، شرم وحیا وغیرہ کے احساسات نہیں ہوں گے، اس کی شکل انسان جیسی ہوگی۔

ے فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

☆ اس سوشل انجینئرنگ پروگرام کے تحت UNO کے تحت 1995ء سے اب تک کئی سالانہ کانفرنسیں ہو چکی ہیں اور اب یہ ایجنڈا UNO کے ممبر ممالک میں مختلف حیلوں، بہانوں، امدادی پروگراموں، AIDS پروگرام، تعلیم، نظامِ عدل، نظامِ پولیس وغیرہ کی MODRENISATION کے بہانے رُوبعمل لایا جا رہا ہے۔ ہمارے ملکی قوانین میں ترامیم اور عورت کو آزادی دلانے اور اپنے حقوق کا شعور پیدا کرنے کے نام سے جو قوانین ہمارے ملک میں بنے اور لاگو ہوئے ہیں وہ اسی سمت میں ہمارے وطن عزیز کے اس خوفناک سفر کی پیش رفت بتاتے ہیں۔

☆ یہ معاملہ ابھی ابتدائی مراحل میں ہے مگر اس پروگرام کے منصوبے (PLANS) انسانیت، انسانی شعور، شعورِ ذات، ضمیر (CONSCIENCE)، نیکی بدی کی تمیز، اخلاقی اقدار، انسان کے اندر روح، خالق کائنات پر ایمان کی ٹھوس روحانی بنیادیں، آخرت پر ایمان کے مضبوط احساس کے مکمل خاتمے کی طرف پیش رفت کر رہے ہیں۔

☆ آج مغرب کے روشن خیالی، لبرل ازم، سیکولرازم (بے ضمیر انسان) کے نعروں نے سماجی برائیوں اور اخلاقی اقدار کی علمی، منطقی اور اخلاقی بنیادیں ہی ختم کر دی ہیں۔

ے گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ * نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا اِلٰـہ الا اللّٰـہ

(*اس شعر میں مدرسہ سے مراد جدید تعلیمی ادارے اور HIGHER EDUCATION ہے)

اور آج کا یورپی اور امریکی معاشرہ اسی طرز کے انسان نما حیوانوں پر مشتمل ہے۔

☆ انسان نما حیوان آسمانی ہدایت کی اصطلاح ہے۔ چنانچہ تحریری طور پر یہ سب سے پہلے تورات میں استعمال ہوئی ہوگی پھر زبور اور انجیل میں بھی۔ جس کے مطابق اہل کتاب اور بالخصوص بنی اسرائیل کا وہ طبقہ جو یہود (JEWS) کہلاتا ہے، اور صرف اپنے آپ کو حقیقی انسان سمجھتا ہے اور غیر یہودی انسانوں کو محض انسان نما حیوان سمجھتا ہے۔ آج بھی ان کے ہاں غیر یہودی انسانوں کے لیے GOYEMS اور GENTILES کی اصطلاح آتی ہے (جس کی گواہی قرآن بھی مختلف انداز میں دیتا ہے)۔ ہمارے نزدیک انہیں الفاظ کا مخفف GOYEM کا GO اور GENTILES کا G ملا کر بنی اسرائیل کے ہاں GOG کی اصلاح استعمال ہوتی ہے۔ یہ اصطلاح اُن کے ہاں ان لوگوں کے لیے استعمال ہوتی ہے جو اقوام بنی اسرائیل کے علاوہ زمانہ قدیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر لائیں تھیں جیسے وہ جادوگر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان لائے۔ فرعون کی اہلیہ آسیہ (رضی اللہ عنہا) اور ملکہ سبا (جو یمن سے آکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں ایمان لے آئی) یہ اقوام سب GOG کہلاتی ہیں ان کے لیے یہود کے ہاں اپنی عبادت گاہوں (SYNA GOGS) میں علیحدہ جگہ ہوتی ہے۔ جبکہ 740ء کے لگ بھگ بحیرۂ کیسپین اور بحیرۂ اسود کے درمیان آباد (روسی علاقہ جات) کے ایک حکمران بھی یہودی ہو گئے تھے جنہیں وہ اپنا تیرھواں قبیلہ (13TH TRIBE) کہتے ہیں یا آج کل کے سیکولر اور لبرل طبقات جو یہود کے آلہ کار ہیں یہ سب MAGOG یعنی دُور کے یا بعد کے GOYEMS اور GENTILES ہیں۔

☆ بنی اسرائیل کا بگڑا ہوا طبقہ عرصے سے صدیوں پر پھیلے قتل انبیاء کے گھناؤنے جرم کے بعد اور حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (جن کا ذکر ان کی اپنی کتابوں میں تھا) کے انکار

کے بعد خود بھی حقیقی معنی میں GOYEMS اور GENTILES بن چکے ہیں اور GOG و MAGOG کا رُوپ دھار چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

☆ قرآن مجید میں سورۂ اعراف اور سورۂ فرقان میں ہے کہ جو لوگ انسان ہو کر اپنے ضمیر کو مردہ کر لیں اور آسمانی ہدایت سامنے آنے پر انکار کر دیں یہی انسان نما حیوان ہیں۔

اُولَٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ ؕ اُولَٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ O (179:07)

''یہ لوگ (بالکل) چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے۔ یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں''۔

اَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ ؕ اَفَاَنۡتَ تَكُوۡنُ عَلَيۡهِ وَكِيۡلًا O اَمۡ تَحۡسَبُ اَنَّ اَكۡثَرَهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ اَوۡ يَعۡقِلُوۡنَ ؕ اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا O(25:43-44)

''کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے تو کیا تم اس پر نگہبان ہو سکتے ہو؟ یا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ (نہیں) یہ تو چوپایوں کی طرح کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں''

☆ آج کا مغرب، بنی اسرائیل (عیسائی اور یہودی) اور ان کے زیر اثر دیگر اقوام کا، دوسرا نام مغربی اقوام ہیں اور دنیا میں بنی اسرائیل کے زیر اثر انہیں کا غلبہ ہے اور آسمانی وحی کی مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے آغاز اسلام سے ہی آسمانی وحی کے دشمن تھے اور آج بھی اسلام کو ختم کرنے کے درپے ہیں اور حالت جنگ میں ہے۔ 9/11 کے واقعہ کے بعد امریکی صدر بُش کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے تھے کہ یہ آخری صلیبی جنگ (THE LAST CRUSADE) ہے۔ صلیبی جنگ (CRUSADES) مسلمانوں (عالمِ اسلام) کے خلاف یہود کی پشت پناہی سے عیسائیوں کے ذریعے لڑی جانے والی جنگوں کا نام ہے جو بنو عباس کے دورِ حکومت میں کئی صدیوں تک جاری رہی ہیں (1089ء میں صلیبی مذہبی جنگ کے ذریعے مسلمانوں کے ہاتھوں سے بیت المقدس نکل گیا تھا جو 1190ء کے لگ بھگ سلطان صلاح الدین ایوبی نے رچرڈ کو شکست فاش دے کر صلیبی جنگ جیتی اور بیت المقدس واپس لے لیا۔

(پہلی جنگ عظیم کے دوران جب برطانوی افواج سلطنت عثمانیہ کے خلاف مشرق وسطیٰ میں برسر پیکار تھیں۔ لارنس آف عریبیہ کے ذریعے عربوں کو ترکوں سے برگشتہ کر کے الگ کرنے کا عمل جاری تھا کہ جب برطانوی فاتح جنرل نے دمشق فتح کرلیا تو وہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے مزار پر گیا اور قبر کو ٹھوکر مار کر (1190ء سے 727 سال بعد 1917ء میں) کہا تھا:"LOOK SALADIN WE HAVE COME"۔ یہ اس برطانوی جنرل کا خبث باطن اور دلوں میں رچی بسی مسلمان دشمنی تھی۔ یہی دشمنی آسمانی ہدایت کی دشمنی ہے اور یہی مذہبی جنگی صورتِ حال آج بھی جاری ہے۔ دشمن جاگتا رہتا ہے اور شیطان مسلسل مصروفِ کار۔ حق و باطل کی جنگ جاری ہے مگر مسلمان افسوس کہ غافل ہیں اور سو رہے ہیں۔

☆ یہ جنگ پاکستان کے اندر بھی نظام پر ڈاکہ ڈال کر انگریزی کو PREP سے شروع کر کے اور نصابِ تعلیم سے علامہ اقبال، تاریخ اسلام، تاریخ قیامِ پاکستان کے علاوہ اسلامی تعلیمات کو نکال کر سیکولر اور لبرل (انسانوں کو بے ضمیر بنانے والا) نظامِ تعلیم تھوپا جا چکا ہے تا کہ آئندہ مسلمان نسلوں کو بے ضمیر اور سیکولر بنا کر اسلام سے دور کیا جا سکے۔

☆ مغرب کی اس ثقافتی، تعلیمی اور سیاسی یلغار کے باوصف مشرقی معاشروں میں بالعموم اور مسلمانوں میں بالخصوص ابھی اجتماعی ضمیر زندہ ہے۔ قیامِ پاکستان کے جذبے کو کبھی کبھی تازہ کر دیا جاتا ہے۔ قومی اسمبلی کی عمارت پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے۔ اسلام کے نفاذ کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ایک سال قبل سرکاری سطح پر اسلام سے وابستگی کے لیے پیغامِ پاکستان جاری کیا گیا تھا اور اب چند ماہ قبل حالیہ وزیر اعظم جناب عمران خان صاحب نے ریاست مدینہ کا تذکرہ چھیڑا ہے یہ نشانیاں (SYMTOMS) ہمارے اجتماعی ضمیر کے زندہ ہونے کی دلیل ہیں اور انفرادی سطح پر اور عوامی سطح پر مذہبی جذبات و احساسات باقی ہیں اگرچہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ جذبات ماند پڑتے جا رہے ہیں۔

☆ ریاست مدینہ کے احیاء اور پاکستان کو ریاست مدینہ کا روپ دینے کے دعوے کو حقیقت بنانے کے لیے سب سے پہلے پاکستان کے مقتدر طبقہ یعنی اشرافیہ میں سماجی برائیوں (SOCIAL EVILS) کا احساس پیدا کرنا ہوگا۔ گویا ضمیر انسانی کو موضوع بحث بنانا ہوگا۔ کیونکہ

ضمیر ہی مذہب (آسمانی ہدایت) کو اختیار کرنے کی بنیاد ہے اور آخرت پر ایمان کے لیے زندہ ضمیر کا موجود ہونا ضروری ہے۔ آج CORRUPTION کا عفریت سر چڑھ کر بول رہا ہے تو اس کی وجہ ہمارے ELITE اور تعلیم یافتہ طبقے میں ضمیر بہت کمزور ہو چکا ہے آخرت پر ایمان خطرناک حد تک کم ہو گیا ہے یہ اس سیکولر نظام کا نتیجہ ہے جو مغرب نے اپنے ہاں تو 1950ء کی دہائی میں شروع کیا اور اب وہ پختہ ہو چکا ہے اور وہاں سیکولر، لبرل اور بے ضمیر انسان نما حیوانوں کی تین نسلیں یہ تعلیم حاصل کر کے اب اقتدار اور تجارت پر قابض ہیں ہمارے ہاں بھی یہ سیکولر اور لبرل افکار راسخ ہوتے جا رہے ہیں۔

کرپشن کا خاتمہ آسمانی ہدایت قران مجید سے لگاؤ اور سیکولر ازم و لبرل ازم کو لگام دیے بغیر ممکن نہیں ہے۔

☆ ہمارے نزدیک (اور یہی اسلام کی تعلیمات ہیں جو ہمارا دین ہے) کرپشن اور سماجی برائیوں کا خاتمہ ضمیر کا احساس دلائے بغیر اور آخرت کے تذکرہ کے بغیر ممکن نہیں ہے اور ضمیر کا زندہ رہنا سیکولر افکار اور لبرل طرزِ زندگی (LIBERAL LIFE STYLE) کے فروغ کے ساتھ ممکن نہیں ہے۔ قوم میں ضمیر کو زندہ کرنا ہے اور آخرت کی جواب دہی کا احساس پیدا کرنا ہے تو یہ کام سیکولر ازم و لبرل ازم کے مغربی نظریات کو ردّ کر کے آسمانی ہدایت کو اختیار کیے بغیر ممکن نہیں اور حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کو حقیقی معنوں میں اپنانا ہوگا۔ دین کی طرف یا قرآن مجید کی طرف رجوع کیے بغیر سماجی برائیوں کا خاتمہ کبھی ممکن نہیں۔ نہ تاریخ میں پہلے کبھی ہوا اور نہ اب ہو سکتا ہے۔

لہٰذا ـــــ ان صفحات میں ہماری حکمران طبقات سے یہ درخواست ہے کہ صرف عدالتی فیصلوں، سخت قوانین، جیلوں سے ڈرا کر اور کسی NRO کے ذریعے ریاست مدینہ کی طرف پیش رفت ممکن ہی نہیں۔

☆ دنیا کی تاریخ میں انسانی معاشروں کی برائیاں ضمیر کے احساس اور آسمانی ہدایت پر عمل کے بغیر ختم کرنے کی کوئی مثال نہیں ہے۔ لبرل ازم اور سیکولر ازم (بے ضمیر) انسانوں کے ذریعے معاشی ترقی تو ہو سکتی ہے اور انسانوں کی PER CAPITA INCOME بڑھ سکتی ہے۔

(یہ آمدنی تیسری دنیا کے ممالک کو لوٹ کر بڑھائی جاتی ہے۔جنگیں لگوا کر اسلحہ بیچ کر یا ڈالر چھاپ کر بڑھائی جاتی ہے۔حال ہی میں BBC سے ایک رپورٹ نشر ہوئی ہے کہ برطانیہ میں انیسویں صدی میں کیسے دولت کی ریل پیل ہوئی جن کا نتیجہ آج کی مغربی دنیا کی چمک دمک ہے؟ یہ چمک دمک ایسٹ انڈیا کمپنی (EIC) کی جنوبی ایشیا سے مسلمانوں کی حکومت کو گرا کر لوٹی ہوئی دولت سے ممکن ہوئی۔ یہ دولت BBC کے اندازے کے مطابق 3000 ارب ڈالر تھی)۔مگر دولت کے ذریعے سماجی برائیوں (از قسم، ملاوٹ، دھوکہ، بے راہ روی، بدکاری، شراب خوری، جواء، ظلم، ناانصافی، قتل ناحق، لوٹ کھسوٹ وغیرہ) کا خاتمہ ممکن ہی نہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے ملک کے حکمران بھی جاگیں اور آسمانی ہدایت کو پڑھیں، نظامِ تعلیم میں داخل کریں، میڈیا میں لائیں، سرکاری ملازمین، فوج، عدلیہ، پولیس وغیرہ کی تربیتی اکیڈمیوں میں پڑھائیں اساتذہ کو اس آسمانی ہدایت کا نمونہ بنا دیں۔ پھر یقیناً ریاست مدینہ کا نمونہ آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ بصورتِ دیگر سیکولرازم و لبرل ازم یعنی بے ضمیر انسانوں کے ہجوم پر لاٹھی یا سخت فیصلوں کے ذریعے سماجی برائیوں کا خاتمہ ایک خواب اور خیال ہی رہے گا۔

فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال

1۔ حکمران جب اپنی جان کی حفاظت کو ترجیح دینے لگیں تو وہ ملک وقوم کی آبرو کی حفاظت کے قابل نہیں رہتے۔

2۔ اگر کسی قوم کو بغیر جنگ کے شکست دینی ہو تو اس قوم کے جوان طبقے میں فحاشی عام کردو۔

افتتاحی کلمات

رَحۡمَةٌ لِّلۡعَالَمِیۡنَ ﷺ سیمینار

مقرر: انجینئر مختار فاروقی

قرآن اکیڈمی جھنگ کی جامع مسجد میں 21 ربیع الاوّل 1440ء بمطابق 30 نومبر 2018ء، بروز جمعتہ المبارک، نماز جمعہ سے قبل 'رحمت للعالمین ﷺ' کے عنوان سے ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ اس سیمینار میں صدر انجمن جناب مختار حسین فاروقی صاحب نے جو افتتاحی کلمات بیان کیے وہ افادۂ عام کے لیے شاملِ اشاعت کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

صدرِ مجلس، معزز مہمانان اور معزز حاضرین! یہ رحمت للعالمین ﷺ سیمینار قرآن اکیڈمی جھنگ میں انعقاد پذیر ہے اور یہ بات زیادہ وضاحت طلب نہیں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کا آپس میں ایسا گہرا تعلق ہے کہ جس کو ختم نہیں کیا جا سکتا بلکہ یوں کہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا سیرت و کردار قرآنِ مجسم ہے۔ قرآن جن باتوں کی تلقین کرتا ہے محمد رسول اللہ ﷺ نے ان سب باتوں پر سو فیصد عمل کر کے دکھا دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت موجود ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن علم کا مرکز اور گہوارہ تھیں، وہ اُمہات المومنینؓ ہیں، ان کے پاس لوگ آتے تھے، سوالات کرتے تھے اور علم حاصل کرتے تھے، تو کچھ حضرات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے کہ ان سے علم حاصل کیا جائے اور سوالات کیے جائیں۔ ایک سوال انہوں نے یہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق کیا تھا؟ آپ ﷺ کا اُٹھنا، بیٹھنا، لوگوں سے گفتگو کرنا، کس چیز کو اہمیت دیتے تھے، کس طرح وقت گزارتے تھے گھر میں

یا گھر سے باہر؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ انہوں نے کہا کہ قرآن تو ہم روز پڑھتے ہیں (وہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اس دور کے قرنِ اوّل کے لوگ تھے) انہوں نے کہا پھر بھی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور ان کے اخلاق سے متعلق کچھ رہنمائی کردیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب حدیث کی کتاب میں ہے کہ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اَخلاق قرآن مجید ہی تھا۔جس کو شیخ سعدی نے کہا ہے کہ:

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ آلِہٖ

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے اخلاق بہت ہی اچھے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ قرآن مجید تو 23 سالوں میں نازل ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق و کردار تو چالیس سال کی عمر میں بھی اس سے ملتا جلتا ہی تھا جو قرآن نے بعد میں بتایا ہے لہٰذا یہی کہا جاسکتا ہے کہ ع خُلُقش ہمہ قرآن گشت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ہی قرآن بن گئے۔ اللہ نے وہ الفاظ اتار دیے کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی وضاحت کر رہے تھے اور اس کی نقشہ کشی کر رہے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن مجید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور کردار اور سیرت اور ان کی زندگی کے نقشوں کو ہی ظاہر کرتا ہے۔ہم سیرت النبی پر دوسروں کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھتے ہیں اور پڑھنی بھی چاہئیں۔ اردو میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھیں، ہر زبان میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل سیرت کی کتاب قرآن مجید ہے جو اللہ نے بیان کی ہے اس سے زیادہ AUTHENTIC اور اس سے زیادہ سچی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیج دیا۔ یہ ہماری کوتاہی ہے، کم بختی ہے، سیاہ بختی ہے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بھی نہیں پڑھتے اور قرآن مجید بھی نہیں پڑھتے۔ صاف ظاہر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے لیے رحمت بن کر آئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن مجید تھا اور ہمیں اس کو پڑھنا چاہیے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ہر باشعور مسلمان کی ترجیح اوّل یہ ہو کہ اس نے قرآن پڑھنا ہے، سمجھنا ہے، عمل کرنا ہے، پھیلانا ہے اور اس کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار ہمارے سامنے ہو کہ قرآن پر جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا ویسے کر کے دکھانا ہے۔قرآن مجید سے معانی کوئی ڈکشنری دیکھ کر نہیں نکالے جاسکتے۔

اگر صرف قرآن مجید کو پڑھا جائے اور ڈکشنری کے حوالے سے معانی نکالے جائیں تو اس سے نماز بھی ثابت نہیں کی جاسکتی اور پانچ نمازیں قرآن سے نہیں نکالی جاسکتیں۔ زکوٰۃ کا صرف لفظ ہے اس کی تفصیل نہیں نکالی جاسکتی۔ محمد ﷺ کی زندگی قرآن مجید کا جزو لاینفک ہے، محمد ﷺ کی سیرت کی روشنی میں ہی قرآن کو سمجھا جائے گا اور پڑھا جائے گا۔

اس میں ایک اور بات بھی پیشِ نظر رکھنے کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر قرآن مجید 23 سالوں میں اُترا۔ رسول اللہ ﷺ پر غارِ حرا میں چالیس سال کی عمر میں پہلی وحی آئی اور پھر 23 سالوں میں قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا اور مکمل ہوا اور جو اہلِ علم تفسیر سے شغف رکھتے ہیں، قرآن مجید پڑھتے ہیں، سیرت النبی ﷺ پڑھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی ترتیب نزولی اور ہے، پہلی وحی 30 ویں پارے میں ہے اور آخری وحی چھٹے پارے میں ہے۔ قرآن جس ترتیب سے نازل ہوا یہ موجودہ قرآن اس ترتیب سے نہیں ہے۔ قرآن مجید کی جو موجودہ ترتیب ہے لوحِ محفوظ میں بھی یہ اسی طرح ہے لیکن اللہ نے تھوڑا تھوڑا کر کے ضرورت کے مطابق قرآن اُتارا۔ جب کوئی سوال پیدا ہوا، کوئی بحث چھڑ گئی، کسی نے کوئی وضاحت طلب کر لی تو جو قرآن مجید لوحِ محفوظ میں ہے اس کا متعلقہ حصہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر اُتار دیا، آپ ﷺ نے اس سے سوال کا جواب دے دیا۔ سورۂ یوسف ایک سوال کے جواب میں نازل ہوئی، ذوالقرنین کے بارے میں سوال کیا گیا اس کا جواب سورۂ کہف میں موجود ہے اسی طرح مکے میں جو قرآن نازل ہوا وہ اس دور میں جو حالات تھے جیسے مکے والے محمد ﷺ کو ستا رہے تھے اور جو سوال اُٹھا رہے تھے، جو بحثیں چل رہی تھیں ان کا جواب اس مکی قرآن میں ہے اور جب آپ ﷺ مدینے تشریف لے آئے تو مدینے میں جو قرآن پاک نازل ہوا وہ اس دور کے حالات ہیں۔ جنگ بدر کا ذکر ہے، جنگ اُحد کا، جنگ خندق کا، فتح مکہ کا، سفر تبوک کا اور اس میں لوگوں کا کردار واضح کیا گیا ہے کہ سچے مسلمان یوں کرتے ہیں اور کمزور ایمان والے یوں کرتے ہیں اور منافقین یہ کرتے ہیں، نقشہ کھینچ دیا۔ اکثر صحابہ کا نام نہیں لیا گیا ایک صحابی کا نام ہے اور باقی چند کے کردار کی صرف نقشہ کشی کی گئی ہے۔ اور منافقین کے کردار کا پورا نقشہ لفظوں میں بنا دیا گیا ہے کہ ہر کوئی اپنے گریبان میں دیکھے کہ کہیں میرا کردار وہ تو نہیں ہے جو منافقین کا نقشہ بنا کر دیا گیا ہے۔

قرآن مجید 23 سالوں میں جس ترتیب سے نازل ہوا وہ اور ہے اور ترتیب مصحف اور ہے۔ یہ ترتیب بھی محمد ﷺ نے دی ہے۔ محمد ﷺ خود لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، اللہ نے اپنی طرف سے **عِلمِ لَدُنّی** بہت زیادہ دے دیا تھا، جتنا بھی علم مخلوق میں سے کسی کو دینا اللہ تعالیٰ کی حکمت میں تھا وہ سب سے زیادہ محمد ﷺ کو دے دیا۔ لیکن اس میں بھی اللہ کی حکمتیں ہیں کہ محمد ﷺ نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا جانتے تھے۔ کافر لوگ تو اعتراض کرتے تھے کہ محمد ﷺ خود قرآن بنا کرلاتے ہیں، گھر بیٹھ کر جیسے بچے مضمون لکھتے ہیں، دوبارہ لکھتے ہیں سہ بارہ لکھتے ہیں پھر وہ فیئر ہو جاتا ہے تو لوگوں کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ یہ اعتراض کیا گیا تو اللہ نے اس کا یہی جواب دیا کہ محمد ﷺ تو لکھنا جانتے ہی نہیں ہیں۔ سوال کرنے کی بھی کوئی تمیز ہونی چاہیے۔ پھر اعتراض کیا گیا کہ محمد ﷺ تجارت کے سفر پہ جاتے ہیں، اور وہاں سے کتابیں پڑھ کر اور لائبریریاں گھوم کر آتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کوئی سوال کرنے کے لیے کوئی عقل ہونی چاہیے کہ جناب محمد ﷺ کتابیں پڑھ نہیں سکتے۔ اللہ نے ان کو علم دیا ہے لیکن وہ نہ کسی استاد کے شاگرد بنے ہیں اور نہ کسی سے سیکھا ہے اور نہ کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے۔ یہ تو بچے بھی جانتے ہیں کہ استاد کے پاس جب بچہ پڑھتا ہے تو استاد کبھی کھڑا کر دیتا ہے، کبھی کان مروڑتا ہے، کبھی بازو مروڑتا ہے کبھی تھپڑ مار دیتا ہے۔ تو محمد ﷺ کے استاد کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس سے بچا لیا کہ کہیں وہ آپ کے ساتھ ایسی بدتمیزی سے پیش نہ آجائے اور آپ کو بھی اس سے بچا لیا۔ اپنی طرف سے اللہ نے جتنا علم دینا چاہا وہ دے دیا۔ اس قرآن کی تشریح بڑے بڑے علما نہیں کر سکتے، محمد ﷺ نے آسانی سے سارا قرآن بیان کر دیا، اس کی وضاحت بھی کر دی، عمل بھی کر کے دکھا دیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی آپ کے پاس کاتبانِ وحی مقرر تھے، جو لوگ پڑھے لکھے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے ان کی ڈیوٹیاں لگتی تھیں کہ ایک بندہ ہر وقت محمد ﷺ کے قریب رہے گا، AVAILABLE رہے گا کہ جیسے ہی کوئی وحی نازل ہوتی اس کو بلا کر لکھوا دی جاتی تھی اور پھر جیسے ہی مزید قرآن نازل ہوا تو محمد ﷺ لکھنے والے کو خود بتا دیتے تھے کہ یہ آیتیں جو آج اُتری ہیں فلاں آیتوں کے بعد اور فلاں سے پہلے درج کرلو اور ترتیب بنتی گئی بنتی گئی اور یہ موجودہ قرآن کتاب کی شکل میں بن گیا اور یہی ترتیب جبرائیل علیہ السلام بتاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ آگے DICTATE کروا دیتے تھے اور جو

وفات سے پہلے رمضان آیا ہے، ربیع الاول میں وفات ہے اور اس سے پہلے حج ہے اور اس سے پہلے رمضان ہے۔ اس میں رسول ﷺ نے دو مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس قرآن کا دورہ کیا ہے، اس کو دہرایا ہے کہ واقعی یہ ترتیب بالکل ہو بہو اسی طرح پر ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ صحابہ نے بعد میں کوئی سوچ کر اور مشورہ کر کے ترتیب دیا ہو کہ کون سا قرآن صحیح ہے؟ جدھر ووٹ زیادہ ہوں ادھر کر دیا جائے۔ یہ اس طریقے پر نہیں بنا ہے۔ یہ بھی اللہ کی حکمت اور اللہ کی مرضی سے اور جبرائیل امین علیہ السلام کے پیغام کے مطابق اس کو بنا دیا گیا ہے۔

ایک بات یاد رکھیئے کہ محمد ﷺ پر جو وحی سب سے پہلے نازل ہوئی اس پر بھی آپ ﷺ نے عمل کیا۔ عمل کے لیے ہی نازل ہوتی تھی۔ جو اس میں حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کریں، جو بات بتانے کی ہے لوگوں کو بتا دیں۔ دوسری وحی نازل ہوئی تو اس پر بھی عمل کیا، تیسری پر بھی، چوتھی پر بھی حتیٰ کہ جتنا مکی قرآن ہے اسی ترتیب سے عمل کرتے رہے۔ دسویں سال معراج کا واقعہ پیش آیا تو اس میں نماز فرض ہوگئی۔ نماز بھی پڑھنا شروع ہو گئے۔ تو کہنے کا مطلب یہ کہ قرآن جس ترتیب سے نازل ہوا محمد ﷺ کی شخصیت میں ترتیب نزولی سے قرآن جذب ہوتا چلا گیا اور سیرت النبی ﷺ ساری کی ساری ترتیب نزولی کے مطابق قرآن کا نقشہ ہے کہ پہلے سال میں یہ قرآن نازل ہوا تھا اس پر محمد ﷺ نے یہ عمل کیا، یہ واقعات ہیں، ایسے کام کیا، دوسرے سال یہ، تیسرے سال یہ، چوتھے سال یہ، پانچویں سال یہ اور آخری سال یہ۔ تو سیرت النبی ﷺ قرآن مجید کی نزولی ترتیب کا عکس ہے کہ جس جس ترتیب سے نازل ہوا اس ترتیب سے محمد ﷺ کی سیرت تشکیل پائی ہے اور آپ ﷺ نے صحابہ کو بھی یہی بتایا جو بڑے صحابہ ہیں اور جو ہمارے لیے رہنما ہیں خلفائے راشدین ہیں ان میں سے ابوبکرؓ سب سے اوپر ہیں، پھر باقی عشرہ مبشرہ ہیں ان سارے کے سارے صحابہ کی تربیت بھی محمد ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ترتیب نزولی کے مطابق درجہ بدرجہ قدم بقدم عمل کرتے رہے اور کام ہوتا چلا گیا۔ تو قرآن مجید جس ترتیب سے نازل ہوا اس کی بھی اہمیت ہے۔ آج سارا قرآن ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس کی تفسیر لکھتے ہوئے بعض مقامات پر ترتیب نزولی کا حوالہ آجاتا ہے لیکن یہ سمجھنے کے لیے کہ پہلا حکم کہاں ہے اور دوسرا حکم کہاں ہے اور تیسرا کیا کرنا چاہیے۔ لوگوں کو پھر مسائل پیش آتے ہیں۔ لیکن اگر سیرت النبی ﷺ بیان کی جائے

اور اس کا تذکرہ کیا جائے تو ایسا علماء بھی ہیں جنہوں نے اسی سیرت النبی ﷺ سے منہج انقلاب نبوی ﷺ لکھ دیا ہے کہ محمد ﷺ جو دنیا میں تبدیلی لائے اور رحمت للعالمینی کا نقشہ پیش کر دیا کہ زمین پر ایک بہت بڑے علاقے میں قرآن کے مطابق احکام نافذ کر کے ایک نظام قائم کر دیا جو رحمت للعالمینی کا نظام تھا۔صرف ماننے والوں کے لیے نہیں غیر مسلم کے بھی رحمت تھی۔ ایسی حکومت، ایسا حکمران جس کے دور میں عدل ہو، انصاف ہو، وسائل کی صحیح تقسیم ہو، لوٹ کھسوٹ نہ ہو، کرپشن نہ ہو اور لوگوں کو ان کے حقوق مل رہے ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں زکوۃ دینے والی ایک عورت اعلان کر رہی تھی اور کوئی اس سے زکوۃ لینے والا نہیں تھا۔ ایسا دور کس بات کا نتیجہ تھا؟ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی اسی سیرت و کردار کا عکس تھا جو آپ ﷺ نے نظام قائم کر دیا کہ رحمت للعالمینی اصل میں یہ ہے۔ آج محمد ﷺ کی رحمت للعالمینی سے ہم محروم ہیں۔ دنیا میں مسلمانوں کے 60 ممالک آزاد ہیں جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور حکمران بھی مسلمان ہیں۔ کہنے کو وہ کہتے ہیں ہم آزاد ہیں لیکن کہیں ایک مرلہ زمین نہیں ہے جہاں قرآن مجید کا نظام نافذ ہو۔ وہاں بس اپنی مرضی کی حکمرانی کر رہے ہیں۔ جو بادشاہ سلامت کے دل میں آتا ہے وہ حکم دے دیتے ہیں۔ جہاں فائدہ نظر آتا ہے وہاں قرآن کا نام لیتے ہیں، جہاں کوئی اور مصلحت ہوتی ہے وہاں قرآن کے علاوہ بھی حکم دے دیتے ہیں۔

جناب محمد ﷺ کی سیرت ہمارے سامنے ہے کہ آپ ﷺ نے کہاں سے کام شروع کیا؟ پورے روئے زمین پر ایک بندہ تھا۔ محمد ﷺ ایک وقت میں واحد انسان تھے جو اللہ کو اس طرح مانتے تھے جیسے تقاضا ہے پھر ایک سے دو ہوئے، دو سے چار ہوئے، سو ہوئے، ہزار ہوئے، دس ہزار ہوئے، بیس ہزار ہوئے، لاکھ ہوئے اور زیادہ ہو گئے اور ایک بہت بڑے علاقے میں خلافتِ راشدہ قائم ہو گئی۔ صرف ہم مسلمان ہی نہیں مانتے بلکہ غیر مسلم دنیا بھی تسلیم کرتی ہے کہ خلافتِ راشدہ جیسا انسان دوست نظام تاریخ انسانی میں نہیں ہے۔ ایچ جی ویلز ایک مؤرخ ہے اس جیسا آدمی جو بڑا دشمن ہے، سیرت پر بڑے حملے کرتا ہے لیکن یہ بات وہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ وعظ تو دنیا میں بہت ہیں کہ بھائی چارہ ہونا چاہیے اور کالے گورے کا کوئی فرق نہیں ہونا چاہیے اور برادری سسٹم نہیں ہونا چاہیے، عدل ہونا چاہیے، انصاف ہونا چاہیے لیکن عملاً جس ہستی نے یہ نظام

قائم کر کے دکھا دیا - ایک محلے میں نہیں، ایک ضلع میں نہیں بلکہ ایک بہت بڑے رقبے پر - وہ محمد (رسول اللہ ﷺ) ہیں۔ آپ میں سے کتنے لوگ جانتے ہوں گے کہ آج سے چالیس سال پہلے مائیکل ہارٹ ایک شخص تھا اس کی ایک کتاب امریکہ میں چھپی تھی۔ اور مغرب کی دنیا اتنی متعصب اور اتنی اسلام دشمن ہے کہ اس شخص نے اپنی کتاب میں محمد ﷺ کی تعریف لکھ دی تو اس کا نام ہی مٹا دیا حالانکہ وہ عیسائی تھا۔ مغرب میں کسی لائبریری میں اس کی کتاب نہیں ہے اور کسی کیٹلاگ میں اس کا نام نہیں ہے۔ اخباروں میں سے یہ تک معلوم نہیں ہے کہ وہ مر گیا ہے یا زندہ ہے۔ اس کی کوئی خبر ہی نہیں دیتے کہ اس نے محمد (ﷺ) کی تعریف کیوں کر دی۔ اس نے پہلے تاریخ پڑھی اور اس میں سے اس نے چند ایسے بندے SELECT کیے کہ جنہوں نے تاریخ کو بہت زیادہ متاثر کیا ہے، تاریخ کا رخ تبدیل کر دیا ہے، دھارا موڑ دیا، اس نے سو آدمی نکال دیے۔ حضرت آدم سے لے کر اور 1976ء تک اربوں انسانوں میں سے 100 آدمی چننا، بہرحال مشکل کام ہے کتنا پڑھنا پڑے گا مزید یہ کہ اس نے 100 آدمی نکالنے کے بعد ان کی GRADATION کی ہے۔ اس کتاب کا نام ہے: "THE SELECTION AND GRADATION OF THE HUNDRED MOST INFLUENTIAL PERSONS OF HISTORY"

اس نے SELECTION کی پھر GRADATION کی ہے کہ ان 100 آدمیوں میں سے بھی سب سے زیادہ مؤثر شخصیت کون سی ہے؟ واحد انسان جس نے کام شروع کیا اور تاریخ کا دھارا موڑ دیا وہ محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ وہ خود کہتا ہے کہ میں عیسائی ہوں لیکن محمد (ﷺ) کا نام سب سے پہلے لا رہا ہوں اس کی بھی ایک وجہ ہے۔ اگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام پہلے لے آتا تو ہر کوئی کہتا اپنے پیغمبر کی تعریف کی ہے لیکن محمد ﷺ کا نام لانے پر اس نے خود لکھا ہے کہ میرے ذمے ہے کہ میں اس کی وضاحت کروں اور اس نے اس کی وضاحت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تو صرف وعظ ہیں، انہوں نے صرف تین سال گزارے ان میں تو زندگی کا کوئی عملی نمونہ ہمارے پاس آیا ہی نہیں ہے نہ انہوں نے شادی کی، نہ ان کی اولاد تھی، نہ حکومت قائم کی۔ ان کی زندگی میں انسانوں کے لیے رہنمائی نہیں ہے۔ محمد ﷺ وہ واحد شخصیت ہیں جو مذہب میں اور اس کے الفاظ کے مطابق SECULAR FIELD اور STATES MAN کے طور پر کامیاب

ترین انسان ہیں۔ ہم تو تعریف کرتے ہیں کہ ہمارے راہنما ہیں، ہم خلافتِ راشدہ کی تعریف کرتے ہیں کہ ہم ان کے ماننے والے ہیں، ان کے پیروکار ہیں کہ خلافتِ راشدہ کا نظام جو رحمت للعالمینی کا مظہر تھا، جس میں عدل اور انصاف تھا، کوئی بھوکا نہیں سوتا تھا، حکمران لوگوں کی خدمت کرتا تھا۔ باقی دنیا بھی مانتی ہے کہ اس جیسا نظام نہ پہلے کبھی تھا، نہ بعد میں ابھی تک آیا ہے، خلافتِ راشدہ کے بعد مسلمانوں میں بھی نہیں آیا ہے۔ خوش قسمتی کی یہ بات ہے کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ قربِ قیامت میں دوبارہ یہ نظام آئے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں یہ بات بیان کی ہے اور پانچ ادوار پر تاریخ کو تقسیم کر دیا۔ فرمایا: پہلا دور تو میرا دورِ نبوت ہے، جب تک اللہ چاہے گا وحی آتی رہے گی دورِ نبوت رہے گا پھر جب اللہ چاہے گا اس دورِ نبوت کو ختم کر دے گا۔ محمد ﷺ وفات پا جائیں گے، وحی کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور آئے گا وہ بھی جب تک اللہ چاہے گا رہے گا۔ کوئی متعین سال نہیں بتائے ورنہ تو عملی زندگی میں بہت مسائل ہو جاتے۔ اس کے بعد فرمایا: پھر اللہ جب چاہے گا اس کو بھی ختم کر دے گا۔ پھر مسلمانوں میں ہی کاٹ کھانے والی بادشاہت کا دور آجائے گا۔ ظالم اور لٹیرے اور کرپٹ اور قوم کا پیسہ اپنے لیے جمع کرنے والے حکمرانوں کا دور آجائے گا۔ ماضی میں بھی مسلمانوں میں ایسے لوگ گزرے ہیں اور آج بھی اسی کی شکل ہمارے سامنے ہے۔ اسی سے قیاس کر لیں کہ پہلے دور میں کیا تھا۔ پھر فرمایا جب اللہ چاہے گا یہ دور بھی ختم ہو جائے گا، فرمایا کہ پھر مسلمان غیروں کی غلامی میں چلے جائیں گے، جبر کی حکومت آجائے گی "مُلکًا جبریًا"، مسلمان غیر مسلموں کے غلام ہو جائیں گے۔ آج سے تین سو سال پہلے یورپ کے لوگ اُٹھے اور پورے عالم اسلام پر چھا گئے۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد جو نقشہ آیا 1918ء میں مسلمان اکثریت کا کوئی علاقہ آزاد نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پوری ہوگئی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس میں خوش خبری ہے کہ پانچواں دور بھی آئے گا، غلامی کا دور ختم ہو جائے گا۔ غلام قوم نے تحریک چلائی، انگریز یہاں سے چلے گئے اور ایک آزاد وطن حاصل کر لیا۔ فرمایا اس کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دوبارہ دور آئے گا۔

آج ہم جو بیٹھے ہیں خوش نصیب ہیں اگر ہم اس حدیث کو سمجھیں اور اس کے تقاضے

پورے کریں تو اُس نظامِ خلافت کے لیے دوبارہ کوشش کرنی چاہیے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب جب دنیا میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور آئے گا تو وہ پوری دنیا پر (GLOBAL) ہوگا۔ پہلے کسی ایک ملک میں ہوگا، پھر دوسرے، تیسرے، چوتھے اور پھر پورے روئے ارضی پر پھیل جائے گا۔کوئی خیمہ اور کوئی گھر ایسا نہیں بچے گا جس میں اسلام کا پیغام داخل نہ ہو جائے۔ یہ دور آنے والا ہے۔شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب یہ دور آئے گا تب دنیا کو نظر آئے گا کہ محمد ﷺ کی رحمت للعالمینی کیا ہے۔محمد ﷺ کی رحمت للعالمینی نمازیں پڑھنا نہیں ہے۔نماز تو فرض ہے پڑھنی ہے وہ تو اس مقصد کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔لیکن ایسے عدل وانصاف کا نظام آجائے جس میں مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی عدل وانصاف سے فائدہ حاصل کررہے ہوں اور ان پر بھی ظلم نہ ہو رہا ہو۔ یہ وہ رحمت للعالمینی ہے جس کا دور ابھی آگے آنے والا ہے۔آج کے بوڑھے لوگ تو شاید نہ دیکھ سکیں لیکن نوجوان ضرور اس کو دیکھیں گے کہ ساری دنیا پر اسلام غالب آچکا ہوگا۔اس کا طریقہ کیا ہے؟ محمد ﷺ نے یہ کام کیسے کیا؟ صاف ظاہر ہے ہم نماز پڑھتے ہیں تو سنت رسول ﷺ سے تلاش کرتے ہیں، روزے رکھتے ہیں تو وہاں سے، مسجد میں داخل کیسے ہونا ہے؟ کھانا کیسے کھانا ہے؟ طہارت کیسے کرنی ہے؟ غسل کیسے کرنا ہے؟ رسول اللہ ﷺ ہمیں طریقہ بتاتے ہیں۔تو جو انقلاب آنا ہے جس کے نتیجے میں ساری دنیا میں اسلام غالب ہو جانا ہے اس کا طریقہ بھی اللہ کے رسول ﷺ ہی ہمیں بتائیں گے اور وہ سیرت النبی ﷺ ہے اور وہ نزولی ترتیب سے قرآن مجید ہے جس کی بنیاد پر یہ سیرت النبی ﷺ بنی۔عملاً جب احکام نافذ ہوں گے تو اس قرآن کے ذریعے ہی ہوں گے۔شروع میں 5-4 پاروں میں احکام ہی احکام ہیں لیکن جب انقلاب کی دعوت دینی ہوگی کہ دنیا میں اسلام غالب نہیں ہے، لوگ عمل نہیں کررہے، دین سے دور ہیں اب کیا کیا جائے؟ تو یہ سیرت النبی ﷺ سے ہمیں ملے گا اور وہ ترتیب نزولی ہے یعنی جس ترتیب سے قرآن پاک نازل ہوا وہ محمد ﷺ کی سیرت میں ہمارے سامنے ہے کہ پہلے آپ ﷺ نے یہ کام کیا پھر یہ کام کیا، پھر یہ کیا، پھر ہجرت کی، پھر جنگ بدر، پھر جنگ اُحد، پھر جنگ خندق اور پھر فتح مکہ۔

آج بھی ہم اس موجودہ ماحول میں جو اسلام دشمن، اسلام بیزار اور خدا بیزار ماحول ہے اس میں اسلام کی بات کو کسی درجے میں مؤثر کرنا چاہتے ہیں اور محمد ﷺ کے پیغام کو عام کرنا

چاہتے ہیں تو سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ہی وہ کام کرنا ہوگا۔ جو کام محمد ﷺ نے پہلے کیا وہ ہمیں پہلے کرنا ہوگا اور جو دوسرے درجے میں کیا وہ دوسرے درجے میں کرنا ہوگا۔ مراحل انقلابِ نبوی اسی سیرت النبی ﷺ میں موجود ہیں۔ سیرت النبی ﷺ پڑھ کر تو دیکھیں پتا چلے کہ انداز کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے پیغمبر محمد ﷺ کی سیرت پڑھیں جس کی غلامی کا ہم دعویٰ کرتے ہیں، کہ انہوں نے کیا کیا ہے اور جو کتاب وہ لے کر آئے تھے اس کو سمجھنے کی کوشش کریں جس کی روشنی میں ہم نے وہ خلافت کا نظام قائم کر دینا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے محمد رسول اللہ ﷺ کے اُمتی ہونے کے تقاضے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ جو کتاب لائے ہیں اس کو پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو حدیث میں نے شروع میں پڑھی تھی اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ قرآن صرف برکت والی کتاب نہیں ہے کہ سر میں درد ہو تو یہ آیت پڑھ لو اور پیٹ میں درد ہے تو یہ آیت پڑھ لو اور طبیعت گھبراتی ہے تو یہ آیت پڑھ لو بلکہ یہ کتاب تو کتابِ انقلاب ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَرۡفَعُ بِھٰذَا الۡکِتَابِ اَقۡوَامًا وَ یَضَعُ بِہٖ آخَرِیۡن

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اختیار کرنے، اس کو پڑھنے، اس کو حرزِ جان بنانے کی وجہ سے کسی قوم کو عروج عطا فرما دے گا، اور کوئی قوم اگر اس قرآن کو پڑھنا چھوڑ دے گی اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دے گا۔ آج ہم اسی وجہ سے ذلیل ہیں کہ قرآن کا پڑھنا پڑھانا عام نہیں ہے۔ کچھ لوگ پڑھ رہے ہیں وہ بھی ناظرہ پڑھ رہے ہیں۔ علامہ اقبال نے جوابِ شکوہ میں یہی شعر کہا ہے جو سب پڑھتے ہیں لیکن عمل کرنا مشکل ہے کہ

ے وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

علاج یہی ہے کہ ہم دوبارہ قرآن کی طرف رجوع کریں تب دنیا میں رحمت للعالمینی کا نظام آئے گا۔ سیرت النبی ﷺ کا بھی یہی پیغام ہے، قرآن کا بھی یہی پیغام ہے اور آج کی اس نشست کا بھی آپ اخیر پہ دیکھیں گے کہ یہی پیغام ہے کہ ہمیں محمد ﷺ کی سیرت پر قرآن کی روشنی میں عمل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

فہمِ قرآن ___ ایک تشنہ پہلو

(2)

ڈاکٹر محمد سرشار خان

قرآن اور سائنس

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ سائنس مظاہرِ قدرت کے مطالعے اور اس کے افعال و قوانین کو سمجھنے کی وہ کوشش ہے جس کی فطری خواہش اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ازل سے انسان کے اندر رکھ دی ہے۔ انسان اپنے شعوری ارتقاء کے ساتھ ساتھ کائنات کے متعلق نظریات وخیالات کو بھی بہتر طور پر حقیقت کے قریب لا رہا ہے۔ مسئلہ تب پیدا ہوا جب یہودی، نصرانی اور دیگر مذاہب کی تعلیمات نے سائنسی تحقیقات کی تائید نہیں کی بلکہ بعض صورتوں میں متضاد آراء قائم کیں، جس کی وجہ سے یورپ میں دو تین سو سال تک جہالت کا راج رہا اور کلیسا کی عملداری کی بنا پر جدید سائنسی نظریات اور خیالات پر جمود طاری رہا۔ جب وہاں مذہب کو سائنس سے الگ کر کے مذہب کو انسان کا ذاتی معاملہ بنا دیا گیا تو نئے خیالات ونظریات کی راہیں کھل گئیں۔ بے شک یہودی و نصرانی مذاہب کی تعلیمات جدید سائنسی تحقیقات کی تائید نہیں کرتیں لیکن دینِ فطرت ماننے والوں یعنی مسلمانوں کا قوانینِ فطرت کو دین سے متصادم سمجھنا عجیب سی بات لگتی ہے کیونکہ یہ دین تو نہ صرف خود کائنات کے اسرار سے پردہ اُٹھاتا ہے بلکہ تخلیقِ کائنات کے مظاہر کو جنہیں وہ آیات کہتا ہے ان میں غور وفکر اور تدبر پر زور دیتا ہے۔ اس کا تو فلسفہ ہی یہ ہے کہ اس کائنات کو انسان کے لیے مسخر کر دیا گیا ہے۔ اب یہ انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس میں غور وفکر، تحقیق وجستجو کر کے

اسے اپنے کام میں لائے اور اشرف المخلوقات ہونے کا حق ادا کرے۔

جب چودہ سو سال پہلے دنیا میں دینِ حق کا آغاز ہوا تو اس وقت یورپ جہالت کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا وہ قوم کہ جس میں پڑھے لکھے لوگ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں قرآنِ حکیم کے نورِ ہدایت سے فیض یاب ہو کر چند صدیوں میں علم و فکر سمیت ہر شعبے میں دنیا کی امام بن گئی۔

یہ مسلمہ امر ہے کہ جدید سائنسی تحقیق کی ابتداء مسلمانوں نے کی، جب یورپ زمانۂ جاہلیت سے گزر رہا تھا۔ مسلمانوں کی سائنسی تحقیق کی پشت پر کائنات کا خالق تھا۔ مسلمان سائنس دانوں کی تحریروں اور مقالوں میں قرآنِ حکیم کے حوالے ملتے ہیں۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کی توجہ کائناتی فکر سے ہٹ کر دینی مسائل تک محدود ہو گئی۔ یوں سائنسی تحقیق یورپی محققین کے ہاتھوں میں چلی گئی، جنہوں نے دورِ اسلام کی تحقیق سے استفادہ کر کے اسے بہت آگے بڑھایا۔ لیکن ان کے ساتھ بھی مسئلہ یہی ہے کہ وہ اس کائنات کو تخلیق کار کے حوالے سے نہیں دیکھتے صرف تخلیق کے حوالے سے دیکھتے ہیں لہٰذا نہ انہیں اپنی تخلیق کا کوئی مقصد نظر آتا ہے اور یہ کائنات بھی ان کے نزدیک ایک بے مقصد شے بن کر رہ جاتی ہے۔

غیر مسلم فلاسفروں اور مفکروں کی حقیقت تک رسائی کی کاوشیں نورِ ہدایت یعنی قرآن و حدیث کے علوم کے بغیر اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کے سوا کچھ نہیں کہ اندھیر گھٹا ٹوپ طوفانی رات میں بجلی کی چمک کی روشنی میں چند قدم چل لیے اور پھر اندھیرے میں راستہ ٹٹولنے لگ گئے۔

حقیقتِ کائنات خالق کائنات سے بڑھ کر کوئی کیسے جان سکتا ہے؟ ظاہر ہے جس نے جو چیز بنائی ہے اس سے زیادہ دوسرا کیسے جان سکتا ہے؟ لہٰذا قرآنی حقیقتیں بوقت نزول بھی حقیقتیں تھیں آج بھی حقیقتیں ہیں اور تا ابد حقیقتیں رہیں گی۔ سائنسی تحقیق صرف وہی معتبر ہو گی جو قرآنی علم کے مطابق ہو گی، مثلاً جب خدا نے کہا کہ میں نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا تو سائنسی تحقیق یہاں پہنچ کر رک گئی کیونکہ دونوں کا بیان ایک ہو گیا۔ اب ایسا کوئی ریسرچ پیپر نہیں آئے گا، جس سے یہ ثابت ہو کہ زندگی بجلی سے یا مٹی کے تیل سے پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح جب کہا کہ اجرام فلکی اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں یا یہ کہا کہ یہ تمام ایک وقت مقررہ تک چل رہے ہیں، یا یہ کہا کہ بنیادی طور پر کائنات ایک وجود...... پھر ہم نے اسے پھاڑ

کے موجودہ شکل دی۔اسی طرح کی اور بہت آیات ہیں۔ جب جدید سائنسی تحقیقات کی تصدیق ان آیات سے ہوگئی تو ان معاملات میں سائنس کی تحقیق مکمل ہوگئی۔لیکن ابھی قرآنِ حکیم میں بہت سی ایسی باتیں ہیں، جن کا مطلب ہم موجودہ معلومات کے مطابق لیتے ہیں لیکن ان شاء اللہ وقت کے ساتھ ساتھ نئی دریافت شدہ سائنسی حقیقتیں قرآنِ حکیم کی حقانیت کو مزید واضح کر دیں گی۔

کسی بھی تفسیر قرآن کے صحیح مفہوم تک رسائی اس زبان پر مکمل عبور کے بغیر ممکن نہیں۔ مثلاً ہم اردو زبان سمجھ اور بول سکتے ہیں مگر اردو دانی کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس کے لیے اسی علاقے میں جہاں یہ زبان بولی جاتی ہے، اس دور کی سماجی اور سیاسی اور ادبی تاریخ، تشبیہات، استعارات اور روزمرہ سے مکمل واقفیت بہت ضروری ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ مسلمہ امر ہے کہ کسی اور زبان میں خواہ کتنا ہی بہتر ترجمہ کرلیا جائے، حق ترجمانی ادا نہیں ہوسکتا۔ اب ہر مسلمان تو عربی کی اس سطح کی تعلیم حاصل نہیں کرسکتا، لہٰذا یہ اہل ذکر اور اربابِ عقل وفکر کی ذمہ داری ہے کہ وہ کلامِ الٰہی کی تفسیر وتشریح اس طرح کریں کہ اہل ایمان کی تشنگی دور ہو سکے اور وہ پیغامِ خدا کو سمجھ کر اطمینانِ قلب ونظر کے ساتھ راہِ ہدایت اختیار کرسکیں۔ کیونکہ ہمیں ایسی تفسیر کی ضرورت ہے جو کم علم، بے دین اور نام نہاد مسلمانوں کے درمیان پھنسے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کو حقیقت کی روشنی دکھا کر راہِ ہدایت پر ڈال دے تاکہ مسلم اُمہ پھر سے اپنی عظمتِ رفتہ حاصل کر سکے۔

آج بھی آپ قرآن مجید کی تفاسیر کا مطالعہ کریں تو آپ کے مسائل کا حل یا تو ابن کثیر سے نکلے گا یا شوکانی سے، یا از برکانی سے یا امام ابن تیمیہ سے۔ اور عصرِ حاضر کے معاملات و حالات کی تشریح و وضاحت اس عہد سے کی جائے گی، جہاں وہ لوگ موجود ہیں اور کوئی بھی Challenging Differentiating ہمارے آج کے مسائل اور چیلنجز کے حوالے سے ہمارے سامنے نہیں ہوگی۔ کیا آج اجتہاد وفکر کے دروازے بند ہوگئے ہیں قرآن حکیم میں ہے ''ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے'' (سورہ یوسف)۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آج کے دور میں قرآن فہمی کے لیے جدید سائنسی علوم کا جاننا بے حد ضروری ہے۔ اس کے بغیر مسلمان اپنے آپ کو ذہنی اور عملی طور پر دورِ جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں کر سکتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ آج تو آپ لوگ موجود ہیں جو ہمیں

قرآن پڑھا دیتے ہیں، سکھا دیتے ہیں، اس کی تفسیر بتا دیتے ہیں مگر کل کیا ہوگا جب آپ لوگ نہیں ہوں گے تو قرآن ہمیں کون پڑھائے گا اور کیسے پڑھائے گا؟ فرمایا: ''القرآن یفسِّرہُ الزّمان'' کہ ہر زمانہ قرآن کی اپنی تفسیر کرتا ہے۔

حضرت امام زین العابدینؒ کے پاس ایک شخص گئے اور ان سے سورۃ الحدید کی آیات کی تفسیر پوچھی ان کا ترجمہ کچھ یوں ہے ''اللہ جانتا ہے جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے اور اس سے باہر نکلتا ہے اور جو آسمانوں سے اترتا ہے اور جو اس پر چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو۔'' حضرت امام زین العابدینؒ نے فرمایا یہ تمہیں سمجھ میں نہیں آئیں گی مگر زمانہ آخر میں جو لوگ خدا پر غور وخوض کریں گے انہیں یہ آیات بڑی اچھی طرح سمجھ میں آجائیں گی۔

قرآنی الفاظ وتراکیب وہ تراشیدہ ہیرے ہیں، جنہیں جس زمانی پہلو سے دیکھیں مطالب و معانی کی چکاچوند کردینے والی روشنی آپ کی نگاہوں کو ضرور خیرہ کر دے گی۔سورۃ الانبیاء: آیت نمبر 30 اور 33 یا سورہ النور آیت 43 میں بیان شدہ الفاظ کے معانی کو جدید سائنسی علوم کی روشنی میں پڑھا جائے تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں، اور قرآن حکیم ایسے الفاظ و تراکیب سے بھرا پڑا ہے۔اسی طرح احادیث رسول ﷺ کا علم بھی فہم قرآن کا لازمی جزو ہے۔ سورج کے طلوع وغروب کے متعلق ایک حدیث ہے: حضرت ابن عباسؓ جو کائنات میں غور وفکر کرنے والوں میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے، انہوں نے رسولِ پاک ﷺ سے پوچھا کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے اور کہاں سے نکلتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورج بغیر کہیں رکے حرکت میں جا رہا ہے، یہ نہ ہی ختم ہوجاتا ہے نہ غائب ہوتا ہے، یہ ایک جگہ پر غروب ہورہا ہوتا ہے تو دوسری جگہ سے طلوع ہورہا ہوتا ہے۔لہٰذا کچھ لوگ کہیں گے کہ سورج غروب ہوگیا ہے جبکہ کچھ دوسرے انہیں لمحات میں کہہ رہے ہوں گے کہ سورج ابھی ابھی نکلا ہے۔(روایت امام ابی اسحاق الحمدانی مسند امام ابی اسحاق الحمدانی)۔قرآن میں کئی جگہ ارشاد ہوا ہے (سورہ یٰسین آیت 38، 37، سورۃ الانعام آیت 97، سورۃ آل عمران آیت 190، 191 ودیگر۔)

کیا ہمارے علماء کرام نے قرآن وحدیث کو سامنے رکھتے ہوئے اور دورِجدید کے اذہان کو مطمئن کرنے کے لیے منبر ومحراب پر اس کو بیان کیا ہے یا سائنس کے طلباء کو لیکچر دیتے

ہوئے کسی پروفیسر صاحب نے اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے قرآن وحدیث کا حوالہ دیا ہے؟

سورۃ الرحمٰن کی مثال لے لیں: اس میں ایک آیت مبارکہ بڑے نظم سے دہرائی گئی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کیا جاتا ہے کہ ''تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''۔ آلاء کے معنی اہل لغت اور اہل تفسیر نے بالعموم نعمتوں کے بیان کیے ہیں اور بے شک یہ صحیح معنی ہیں، دوسرے معنی اس لفظ کے قدرت، عجائباتِ قدرت یا کمالاتِ قدرت کے ہیں۔ ابن جریرؒ نے خود بھی آیات 37، 38 کی تفسیر میں آلاء کو قدرت کے معنی میں لیا ہے۔ امام رازیؒ نے بھی آیات 14، 15، 16 کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ان میں آلاء بیان نعمت کے لیے نہیں بلکہ بیانِ قدرت کے لیے ہے۔ اس کے تیسرے معنی بھی ہیں ''خوبیاں، اوصافِ حمیدہ، کمالات وفضائل'' اس معنی کو اہل لغت اور تفسیر نے بیان نہیں کیا، مگر عربی شاعری میں یہ لفظ کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ اب اس سورۃ میں آیات کے سیاق وسباق کے حوالے سے ہمیں دیکھنا ہے کہ یہاں آلاء کن معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس طرح تُکَذِّبَانِ یعنی جھٹلانے کے بھی کئی رویے یا طریقے ہیں: ایک تو کفرانِ نعمت ہے۔ دوسرا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا سب چیزوں کا خالق ہونے سے انکار ہے، کہ یہ کائنات یونہی حادثاتی طور پر بن گئی ہے، جس میں کسی کی حکمت اور صناعی کا کوئی دخل نہیں؟ یعنی خدا کو تو تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کی خدائی میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں یہ بھی تکذیب ہے کہ لوگ یہ تو مانتے ہیں کہ سب چیزوں کا خالق اور تمام نعمتوں کا دینے والا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہے مگر اس کے احکامات اور ہدایات کو نہیں مانتے۔ یہ تکذیب بالقول نہیں بلکہ تکذیب بالفعل ہے۔ ایک تکذیب یہ بھی ہے کہ قرآن حکیم کی کچھ آیات کو سمجھتے اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں، مگر وہ آیات جن میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے کائنات میں غور وفکر کرنے کا حکم دیا ہے ان سے غفلت برتتے ہیں، بلکہ اسے دین کا حصہ ہی نہیں سمجھتے۔ چنانچہ اکثر علمائے دین سائنسی علوم کو دینِ اسلام کے لیے غیر ضروری خیال کرتے ہوئے احکامِ خداوندی سے انحراف کر بیٹھتے ہیں۔ نتیجتاً ربِّ ذوالجلال کی حقیقی عظمت و کبریائی کا ادراک کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ یہ حضرات دینِ اسلام کو عصرِ حاضر کے مادی اور معاشرتی معاملات سے ہم آہنگ نہیں کر پاتے اور اس کم علمی کی بنا پر معرفت الٰہی اور مقامِ ربوبیت کے حقیقی ذوق سے نا آشنا رہتے ہیں۔

ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ مذہب سے دوری کا ایک بڑا سبب انسانی فطرت اور تجسّس کے زیرِ اثر ذہن میں ابھرنے والے بنیادی سوالوں کا عام فہم زبان میں مدلل جواب نہ ملنا بھی ہے۔ لہٰذا ہمیں زمانۂ حال کے جدید تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے دین کے بارے میں تمام شکوک وشبہات کا ازالہ کر کے نسلِ نو کے اذہان میں جاگزین متزلزل ایمان کو پختہ اور یقینِ کامل کی منزل تک پہنچانا ہے۔ اُمتِ مسلمہ کے اہلِ علم پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اس سلسلے میں کسی قسم کا معذرت خواہانہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ سائنس اور دیگر علوم غلط ہو سکتے ہیں لیکن اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بات غلط نہیں ہو سکتی۔

البتہ ایک بات قابلِ غور ہے کہ ماضی میں بھی اور اب بھی کچھ علماء وفلاسفرز نے تفسیرِ قرآن میں اتنی دست درازیاں اور بے جا جرأتِ خیال سے کام لیا ہے کہ وہ دینِ اسلام کی بنیادی اساس سے ہی انحراف کر بیٹھے ہیں۔ لہٰذا اس سلسلے میں ہمیں بے حد احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ قرآن کریم میں موجود سائنسی انکشافات خالقِ کائنات کے کمالِ تخلیق اور ان سے بنی نوعِ انسان کو فائدہ اُٹھانے کے اشارے ہیں، اس کے الٰہ اور ربّ العالمین ہونے کے چند دلائل ہیں، قرآن کوئی انسانی تصنیف شدہ سائنس کی کتاب نہیں، اگر قرآنی بیان اور ہماری موجودہ سائنسی معلومات میں کہیں فرق ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری معلومات ناقص ہیں جبکہ قرآنی احکام اٹل اور برحق ہے۔

ہمارا المیہ

دورِ حاضر میں ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے علم کو دو خانوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

ایک طرف وہ لوگ ہیں جو مروّجہ معنوں میں ''دینی علوم'' پر اپنی توجہ مرکوز کیے بیٹھے ہیں اور اسے ہی دنیا وآخرت میں کامیابی کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ انہیں یہ باور کرانے کی ضرورت ہے کہ اسلام ایک انقلاب کا نام ہے جسے محض اپنی ذات یا اپنے ملک میں ہی نہیں بلکہ تمام دنیا میں برپا کرنا ہے۔ کرۂ ارض پر غلبۂ دینِ حق کی ذمہ داری پوری کرنا ہے۔ جو کہ فی الوقت دینی مدارس میں پڑھائے جانے والے نصاب اور تعلیم وتربیت سے ممکن نہیں۔ ان مدارس میں پڑھنے والے لاکھوں بچوں کا کیا قصور ہے کہ وہ اس مروّجہ تعلیم کی وجہ سے ریاست کے کلیدی، مفید اور بااثر عہدوں تک نہیں پہنچ سکے۔ جبکہ اس صورت میں وہ نفاذِ اسلام کے لیے بہت مؤثر کردار ادا کر سکتے

ہیں۔ہمیں ان مدارس کے اساتذہ اور طلباء کو سائنسی علوم یعنی صحیفۂ کائنات پر پھیلی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی آیات کو سمجھنے اور غور وفکر کرنے کی دعوت دینی چاہیے کیونکہ یہ حکم خداوندی ہے۔ہمیں اسلامی معاشرے میں وہ افراد لانے ہیں جو اپنے خاندان اپنے ملک بلکہ پوری بنی نوع انسان کے لیے فائدہ مند ہوں۔''لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کے لیے زیادہ نفع بخش ہے۔''

دوسری طرف وہ اصحاب ہیں جو مروّجہ معنوں میں 'دنیاوی علوم' کو محض مادی اور فزیکل علوم سمجھ کر اس کائنات کی گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کررہے ہیں اور اپنے دین اور ایمان کے بارے میں شک کا شکار ہیں۔انہیں یہ بتایا جائے کہ حقیقت تک رسائی صرف قرآنِ حکیم (جو کہ ھدی للّمتقین اور ھدی للناس بھی ہے) اور نبی آخرالزمان ﷺ کی ہدایات وتعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی ممکن ہے۔اگر وہ سائنسی تحقیق وجستجو محض اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا حکم سمجھ کر کریں گے تو یہ 'دنیاوی تعلیم' بھی ان کے لیے عبادتِ الٰہی کا ایک عظیم ذریعہ بن جائے گی۔انہیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا صحیح ادراک ہو جائے گا اور معرفت حقیقی جو مقصودِ ربانی ہے اس تک رسائی ہو جائے گی۔انہیں معلوم ہو جائے گا کہ عالم کا درجہ عابد سے اونچا کیوں ہے؟ کیونکہ تمام رات سبحان اللہ سبحان اللہ کے ورد کی نسبت خالقِ کائنات کی کسی نشانی سے اس کا ادراک کر کے جو منہ سے بے اختیار سبحان اللہ نکلتا ہے،اس کا مقام اور لذت ہی کچھ اور ہے۔

ہمارے کرنے کا کام

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دونوں اطراف موجود اس خلا کو کس طرح پُر کیا جائے؟ اصل بات تو یہ ہے کہ سمندر اگر سیاہی بن جائیں اور تمام اشجار قلم بن جائیں تو بھی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی حمد وثنا اور ہیبت و کبریائی کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔بہرحال! ہمیں علماء کرام اور سائنسی علوم کے ماہرین میں ذہنی ہم آہنگی اور ربط قائم کرنے کے لیے چھوٹے چھوٹے عام فہم مضامین،مقالہ جات اور لیکچرز کے ذریعے وہ بنیادی سائنسی اور دینی معلومات فراہم کرنا چاہئیں،جنہیں علمائے دین اور سائنسی ماہرین اپنے اپنے علم اور استعداد سے مزید بہتر شکل دے کر طالبانِ علم تک پہنچائیں تاکہ ہم سب مسلمان صحیح معنوں میں فہم قرآن کا حق ادا کرسکیں اور مسلم اُمہ کے مفید افراد بن سکیں۔

قرآنِ حکیم سے اقبال کی وابستگی

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

(بشکریہ ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن،نومبر 2018ء)

علامہ اقبال 1933ء میں نادر شاہ کی دعوت پر افغانستان گئے۔اس سفر میں سیّد راس مسعود اور سیّد سلیمان ندوی بھی ان کے ہم رکاب تھے۔موٹر کار کے ذریعے پشاور، جلال آباد کے راستے کابل پہنچے تھے مگر واپسی پر غزنین، قندھار اور چمن کوئٹہ کا راستہ اختیار کیا۔ پورے سفر کی رُوداد 'سیرِ افغانستان' کے نام سے سیّد سلیمان ندوی نے قلم بند کی تھی۔

چمن سے کوئٹہ آتے ہوئے علامہ سے ان کی جو گفتگو ہوئی، اس کے ذکر میں سیّد صاحب لکھتے ہیں: ''ڈاکٹر صاحب نے اپنے آغازِ زندگی اور طالب علمانہ عہد کا ذکر چھیڑا، پھر اپنے والد مرحوم کا تذکرہ کیا کہ وہ خود ایک صاحبِ دل صوفی تھے اور دین دار علما کی صحبت میں رہتے تھے۔اس ضمن میں یہ معلوم ہوا کہ ہمارے جلیل القدر اسلامی شاعر کے حسّیاتِ خفتہ کے تاروں میں جس مضراب نے حرکت پیدا کی، وہ خود ان کے والد ماجد کی ذاتِ بابرکات تھی۔

''اثنائے گفتگو میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے طالب علمی کے عہد کے ایک قصے میں اپنے والد مرحوم کا ایک ایسا فقرہ سنایا جس نے میرے دل پر بے حد اثر کیا۔فرمایا کہ اپنے وطن سیالکوٹ میں صبح کی نماز کے بعد قرآنِ پاک کی تلاوت کیا کرتا تھا۔(خیال رہے کہ مسلم گھرانوں میں، صدیوں سے علی الصبح تلاوتِ قرآن کی روایت چلی آرہی ہے۔علامہ کے زمانے تک یہ روایت باقی تھی، اور اب بھی بعض گھرانوں میں موجود ہے، چنانچہ اپنے لڑکپن میں، اقبال نماز فجر کے بعد

معمولاً تلاوت کیا کرتے تھے)۔ ایک صبح کو نماز کے بعد حسب دستور میں تلاوت میں مصروف تھا کہ والدِ مرحوم ادھر آئے اور دریافت کیا کہ کیا کرتے ہو؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں اس وقت تلاوت کرتا ہوں۔ فرمایا: ''جب تک تم یہ نہ سمجھو کہ قرآن تمہارے قلب پر بھی اسی طرح اُترا ہے جیسے محمدؐ کے قلبِ اقدس پر نازل ہوا تھا، تلاوت کا مزا نہیں''۔ یعنی اپنے اندر احساس پیدا کرو کہ گویا قرآن تم پر نازل ہوا ہے۔ علامہ اقبال نے بہت بعد میں اپنے شعر میں اس واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے:

ترے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزولِ کتاب　　　گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحب کشاف

اقبال نے والد کی یہ نصیحت پلے باندھ لی اور قرآن حکیم کے ساتھ ایسی وابستگی پیدا کر لی کہ بقول سیّد مودودیؒ: ''دنیا نے دیکھا کہ (وہ) قرآن حکیم میں گم ہو چکا ہے اور قرآن سے الگ اس کا کوئی فکری وجود باقی نہیں رہا''۔ اقبال کی انقلاب انگیز شاعری اور ان کے افکار و تصورات اس پر گواہی دے رہے ہیں۔

اقبال اوائلِ عمر ہی سے تلاوتِ قرآن پاک کے عادی تھے۔ تلاوت بہت خوش الحانی سے کرتے۔ کبھی کبھی وہ رات کو اپنے دوست مرزا جلال الدین کے ہاں ہی ٹھیر جاتے۔ مرزا صاحب، ان ایام کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب جب رات میرے پاس گزارتے تھے تو صبح اُٹھ کر نماز پڑھتے اور اس کے بعد بڑی خوش الحانی سے دیر تک قرآنِ حکیم کی تلاوت کرتے۔ ان کی تلاوت سن کر بڑا لطف آتا تھا اور ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ پھر چائے پی کر وہ اپنے دفتر یا گھر چلے جایا کرتے تھے۔

اقبال کا خادم خاص، علی بخش تقریباً 35 برس تک اقبال کے شب و روز اور سفر و حضر کا رفیق رہا۔ اس کی روایت ہے کہ صبح کی نماز اور قرآن خوانی مدت سے ان کا معمول تھا۔ قرآن بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ آواز ایسی شیریں تھی کہ ان کی زبان سے قرآن سن کر پتھروں کے دل پانی ہو جاتے تھے۔ بیماری کے زمانے میں قرآن پڑھنا چھوٹ گیا اور عمر بھر کا معمول باقی نہ رہا۔ اس بات کا انھیں شدید قلق تھا:

در نفس سوزِ جگر باقی نماند　　　لطفِ قرآنِ سحر باقی نماند

جب خود تلاوت نہ کرسکتے تو کوشش ہوتی تھی کہ کسی اچھے قاری کی تلاوت سنیں۔ ڈورس احمد بتاتی ہیں: ایک روز ایک عرب، علامہ سے ملنے آیا۔ اس موقعے پر ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا کہ بچوں کو میرے پاس لے آئیے۔ عرب مہمان ابھی قرآن پاک کی تلاوت کریں گے۔ اگر آپ بھی تلاوت سننا پسند کریں تو سامعین میں شامل ہوسکتی ہیں۔ ڈورس احمد کہتی ہیں: عرب مہمان نہایت خوش الحان تھے۔ جب تک وہ آیاتِ مقدسہ کی تلاوت کرتے رہے، ڈاکٹر صاحب برابر روتے رہے۔ اگرچہ میں آیات کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھی، لیکن قاری صاحب کے حسنِ قراءت نے جو سماں باندھ دیا، میں اس سے بہت متاثر ہوئی۔ بچے مسحور تھے اور ڈاکٹر صاحب تو وجد میں تھے۔

اقبال کو 'ترجمان القرآن' بھی کہا جاتا ہے اور یہ کچھ ایسا غلط بھی نہیں۔ علی بخش کا بیان ہے کہ جب شعر کہنے ہوتے تو بیاض اور قلم دان کے ساتھ، قرآن حکیم بھی منگاتے۔ اس طرح عمر بھر وہ قرآن کی تعلیمات وافکار کو اپنی شاعری میں سمو کر پیش کرنے کی سعی کرتے رہے۔ ان کی یہ کاوش ارادی اور شعوری تھی۔ رموزِ بےخودی کے آخر میں تو بہت کھل کر نبی کریم ﷺ کے حضور عرض کیا کہ اگر میرے اشعار میں قرآن حکیم (کے مطالب) کے علاوہ یا خلافِ قرآن کوئی بات ہے تو آپ دنیا کو میرے کانٹے سے پاک کر دیجیے اور قیامت کے دن مجھے بوسۂ پا سے محروم کر کے، خوار و رسوا کیجیے...... پھر کہا: حقیقتِ حال تو یہ ہے کہ میں نے اپنی شاعری میں قرآن پاک کے موتی پروئے ہیں۔

اقبال کا یہ دعویٰ (کہ میں نے سراسر قرآن حکیم کی ترجمانی کی ہے) قرآن حکیم پر پورے شعور کے ساتھ ان کے ایک گہرے ایمان وایقان کا نتیجہ تھا۔ ایک بار ایف سی کالج لاہور کے پرنسپل لوکس نے ان سے پوچھا: تمھارے پیغمبرؐ پر قرآن کا مفہوم نازل ہوا تھا اور انھوں نے اسے عربی میں منتقل کرلیا یا یہ قرآن پاک کی موجودہ عبارت ہی ہو بہو اُتری تھی؟ علامہ نے کہا: یہ اسی طرح اتری تھی۔ پرنسپل لوکس کو کچھ تعجب ہوا کہ یہ ایم اے، پی ایچ ڈی، بیرسٹرایٹ لا، یورپ کا تعلیم یافتہ فلسفی بھی دقیانوسی باتوں پر یقین رکھتا ہے۔ اقبال نے کہا: میرا تجربہ ہے کہ مجھ پر پورا شعر اترتا ہے، تو پیغمبر پر یہ پوری عبارت کیوں نہ اُتری ہوگی۔

رُموزِ بےخودی کے ایک باب کا عنوان ہے: ''آئینِ ملتِ محمد ﷺ قرآن است''۔

اس میں پہلے وہ افرادِ اُمت سے سوال کرتے ہیں: کیا تم جانتے ہو کہ تمھارا آئین کیا ہے؟ پھر خود ہی جواب دیتے ہیں: قرآن حکیم۔ فرماتے ہیں: (رموزِ بے خودی، ص ۱۲۳)

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم حکمتِ او لایزال است و قدیم
نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
نوعِ انساں را پیامِ آخریں حاملِ او رحمۃٌ للعالمین

(یہ قرآن حکیم ہے جو ایک زندہ کتاب ہے جس کی حکمت قدیم بھی ہے اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہے۔ یہ تخلیق حیات کے اسرار ظاہر کرنے والا نسخہ ہے۔ اس کی قوت اور بل بوتے پر کمزور، ثبات وقوت اور پایداری حاصل کرتے ہیں۔ یہ بنی نوعِ انسان کے لیے آخری پیغام ہے، جسے رحمۃ للعالمین لائے ہیں۔ قرآن پاک کی برکت سے ایک بے وقعت شخص بھی قدر ومنزلت حاصل کر لیتا ہے)۔

اس کے بعد دورِ حاضر کے مسلمان اور بحیثیت مجموعی اُمت مسلمہ سے کہتے ہیں کہ اگر تم پستی وزبوں حالی کی دلدل سے نکلنا چاہتے ہو اور سربلندی وعروج کے راستے پر گامزن ہونا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی راستہ ہے:

گر تو می خواہی مسلماں زیستن نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

(اگر مسلمان بن کر زندہ رہنا چاہتے ہو تو قرآن حکیم پر عمل پیرا ہوئے بغیر یہ ممکن نہیں ہے۔)

جاوید نامہ میں کہتے ہیں کہ اگر دل کی بات پوچھتے ہو تو قرآن حکیم عام کتابوں کی طرح فقط ایک کتاب نہیں، کچھ اور ہی چیز ہے: (جاوید نامہ، ص ۸۱)

ایں کتابے نیست، چیزے دیگر است

جب اس کا اثر جان کے اندر داخل ہوتا ہے تو وہ جان بدل جاتی ہے (اس میں انقلاب آجاتا ہے) اور جان بدل جائے تو جہان بدل جاتا ہے۔

جاوید نامہ میں وہ 'پیغامِ افغانی باملّتِ روسیہ' کے زیرِ عنوان قرآن حکیم کے ذکر سے بات کا آغاز کرتے ہیں:

منزلِ مقصودِ قرآں دیگر است رسم و آئینِ مسلماں دیگر است

(قرآن پاک کی منزل اور اس کا مقصود اور ہے مگر (آج کل کے) مسلمان کے طور طریقے اور اُصول (حیات) مختلف ہیں)____ پھر فرماتے ہیں: یہ مسلمان قرآن سے فائدہ نہیں اٹھاتا،

حالانکہ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن نے فقر کا جو تصور دیا ہے، وہ فقر ہی اصل شہنشاہی ہے۔ قرآن پاک ظالم آقاؤں کے لیے تو موت کا پیغام ہے اور بے سروساماں انسانوں کا دستگیر اور بہت بڑا سہارا۔ اس انقلابی کتاب میں مشرق و مغرب کی تقدیریں پنہاں ہیں، لہٰذا اے مسلمان! نورِ قرآن پر غور کرو، زندگی کے نشیب و فراز سے اور تقدیر حیات سے آگاہی، قرآن حکیم سے وابستگی کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ مسلمان کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں: تم اور طرح کی شرع اور (غیر قرآنی) قوانین اپنا کر کسی اور راستے پر چل پڑے ہو۔ ذرا رُک کر قرآن پاک پر غور کرو۔ پھر علامہ، اُمت مسلمہ کو خبردار کرتے ہیں کہ اگر تم نے غفلت برتی اور قرآن پاک کو چھوڑ دیا اور اس سے منہ موڑ لیا تو اللہ پاک قرآن پاک کو کسی اور قوم کے سپرد کر دیں گے:

حق اگر از پیش ما بردارَدش　　پیش قومے دیگرے بگزاردش

یہ قرآن حکیم کی اس آیت کی ترجمانی ہے: وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡ (محمد 47:38) ''اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے''۔

جاوید نامہ کے آخری حصّے (خطاب بہ جاوید) کے تحت کہتے ہیں:

سینۂ ہا از گرمیٔ قرآن تہی　　از چنیں مرداں چہ اُمید بہی!

مسلمانوں کے سینے قرآن حکیم کی حرارت سے خالی ہیں تو قرآن سے غافل لوگوں سے اصلاحِ احوال کی کیا اُمید ہو سکتی ہے:

صاحب قرآن و بے ذوقِ طلب　　العجب، ثم العجب، ثم العجب

تعجب تو یہ ہے اور انتہا درجے کا تعجب ہے کہ قرآن جیسی نعمت میسر ہے مگر اس سے فائدہ اٹھانے کا خیال ہی نہیں ہے ـــــ وہی بات کہ جزدان میں لپیٹ کر طاق میں رکھ دیا ہے (ماہر القادری کی نظم 'قرآن کی فریاد' میں اس مفہوم کی بہت عمدہ ترجمانی ملتی ہے۔)

اس غفلت کا ایک سبب مسلمانوں کی فرنگیت زدگی ہے:

ہم مسلمانانِ افرنگی مآب　　چشمۂ کوثر بجوئندہ از سراب

یعنی افرنگ زدہ (تہذیب مغرب سے مرعوب) مسلمان، سراب میں سے چشمۂ کوثر ڈھونڈتے

ہیں۔علامہ ایک اور جگہ اظہار افسوس کرتے ہیں کہ:

افرنگ ز خود بے خبرت کرد وگرنہ

(ضرب کلیم،ص۱۷۵) اے بندۂ مومن تو بشیری، تو نذیری

(اے مسلمان! تہذیب مغرب نے تمھیں اتنا مدہوش کر دیا ہے کہ تمھیں اپنی (اصلیت کی) خبر ہی نہیں، ورنہ دنیا میں تو ہی بشیر ہے اور نذیر بھی۔)

جاوید اقبال سے خطاب کرتے ہوئے یہ بھی فرماتے ہیں ہیں کہ: عوام الناس سے کیا شکوہ، خود علما، قرآنِ حکیم کے علم سے لاپروا ہیں (یعنی قرآن حکیم پر خاطر خواہ غور نہیں کرتے، اور تدبّر و تفکّر کر کے اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔اس لیے ان کے وعظ، بے تاثیر و بے نتیجہ ہیں)۔

خیال رہے کہ علامہ اقبال نے اپنی اردو اور فارسی شاعری میں قرآنِ حکیم کا ذکر بار بار اور مختلف اسالیب و انداز میں کیا ہے۔ پھر ان کے نمایاں افکار و تصورات، یعنی فلسفۂ خودی، تصور بے خودی، عقل و عشق، مرد کامل، فقر، تصوف وغیرہ، اصلاً قرآنی تعلیمات کی بنیاد پر ہی تشکیل پذیر ہوئے ہیں۔شعر اقبال کے سیکڑوں مضامین براہِ راست قرآن حکیم سے اخذ کیے گئے ہیں۔اُردو کلام میں ایک جگہ کہتے ہیں:

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں اللہ کرے تجھ کو عطا جدّت کردار

قرآن حکیم سے علامہ اقبال کی وابستگی اور رجوع الی القرآن کی تلقین خالی خولی شاعرانہ بات نہ تھی۔ اقبال حتی الوسع خود بھی قرآن حکیم کو راہ نمائے حیات بنانے کی سعی و کاوش کرتے رہے، مثلاً حیاتِ اقبال کی تقریباً ساری کتابوں میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ علامہ کی بہن کریم بی بی، ایک عرصے سے خوش دامن کے نامناسب رویے کی بنا پر، میکے میں آ کر رہ رہی تھیں۔ خوش دامن فوت ہوگئیں تو ان کا خاوند (اقبال کا بہنوئی) انھیں لینے آیا؛ اقبال کے والدین تو رضامند ہوگئے مگر اقبال، مصالحت پر راضی نہ تھے۔ والدین نے بہت سمجھایا مگر وہ کسی طرح نہ مانے۔ اصرار کرنے لگے کہ بہنوئی اور ان کے ساتھ آنے والوں کو واپس کر دیا جائے۔اب شیخ نور محمد نے اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں اقبال سے کہا: بیٹے، اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا ہے: وَالصُّلۡحُ خَیۡرٌ ۔یہ سننا تھا کہ اقبال خاموش ہوگئے، چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا، جیسے کسی نے سلگتی

آگ پر برف کی سل رکھ دی ہو۔ کچھ توقف کے بعد، والد نے پوچھا: اب کیا کیا جائے؟ اقبال نے کہا: وہی جو قرآن کہتا ہے، چنانچہ مصالحت ہوگئی اور بہن کو رخصت کر دیا۔

قرآن حکیم سے اقبال کی وابستگی تادمِ آخر برقرار رہی۔ تلاوت تو ان کا عمر بھر کا معمول رہا۔ کبھی کبھی تلاوت کرتے وقت ان پر رقت طاری ہو جاتی اور بے اختیار رونے لگتے۔ نوجوانوں کو علی الصّبح تلاوت کی تلقین کرتے ، مثلاً ایک بار فرمایا: ''مسلمانوں کے لیے جاے پناہ صرف قرآنِ کریم ہے۔ میں اس گھر کو صد ہزار تحسین کے قابل سمجھتا ہوں جس گھر سے علی الصّبح تلاوت قرآنِ مجید کی آواز آئے''۔ تلاوت کے ساتھ ساتھ وہ قرآن حکیم کے معانی و مفاہیم پر بھی برابر فکر و تدبر کرتے رہے۔ خواجہ حسن نظامی کے نام ایک خط میں اعتراف کرتے ہیں کہ میرا ابتدائی میلان تصوف کی طرف تھا اور یورپ کا فلسفہ پڑھنے سے یہ میلان اور بھی قوی ہو گیا کہ یورپ کا فلسفہ بحیثیت مجموعی وحدت الوجود کی طرف رُخ کرتا ہے مگر قرآن پر تدبر کرنے اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے سے مجھے اپنی غلطی معلوم ہوئی اور میں نے محض قرآن کی خاطر اپنے قدیم خیال کو ترک کر دیا۔ قرآن پاک کی تفہیم و تعبیر پر کچھ لکھنا بھی چاہتے تھے، مگر خرابی صحت نے انھیں اس کا موقع نہیں دیا۔

قرآن سے ان کے دیرینہ تعلق کو مولانا مودودیؒ نے ایک جگہ بڑے مؤثر الفاظ میں، اس طرح بیان کیا ہے: ''وہ جو کچھ سوچتا تھا، قرآن کے دماغ سے سوچتا تھا، جو کچھ دیکھتا تھا، قرآن کی نظر سے دیکھتا تھا۔ حقیقت اور قرآن اس کے نزدیک شے واحد تھی اور اس شے واحد میں وہ اس طرح فنا ہو گیا تھا کہ اس کے دور کے علماے دین میں بھی مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو فنائیت فی القرآن میں اس امام فلسفہ اور اس ایم اے، پی ایچ ڈی، بار ایٹ لا سے لگّا کھاتا ہو ......آخری دور میں اقبال نے تمام کتابوں کو الگ کر دیا تھا اور سوائے قرآن کے، اور کوئی کتاب وہ اپنے سامنے نہ رکھتے تھے۔ سالہا سال تک علوم و فنون کے دفتروں میں غرق رہنے کے بعد جس نتیجے پر پہنچے تھے، وہ یہ تھا کہ اصل علم قرآن ہے۔ اور یہ جس کے ہاتھ آجائے، وہ دنیا کی تمام کتابوں سے بے نیاز ہے''۔

روحِ محمد ﷺ ان کے بدن سے نکال دو

اللہ بخش فریدی
فیصل آباد

مغرب، امریکہ و یورپ اسلام اور مسلمانوں کو کس شکل میں ڈھالنے کے خواہاں ہیں اور کن کن ذرائع، پالیسیوں اور سوچ کے ذریعہ سے اپنے من پسند اسلام کا فروغ چاہتے ہیں، وہ آپ ان کے عطا کردہ جمہوریت کے زریں اصولوں اور قواعد وضوابط سے دیکھ سکتے ہیں، ذیل میں جن کا ذکر کرنے جارہے ہیں۔ان کا بنیادی مقصد اسلام کی اصلیت اور مسلم جنون کو بدل کر یا کمزور کرکے امریکہ کے ورلڈ آرڈر اور مغربی تہذیبوں کو اسلامی ممالک پر لاگو کیا جاسکے۔ رینڈ کارپوریشن(RAND CORPORATION) امریکہ کا ایک اہم ترین تھنک ٹینک یعنی مفکراور غیر منافع بخش ادارہ ہے جو اپنے آپ کو پوری دنیا کا ایڈوائزر اور خیرخواہ سمجھتا ہے۔ یہ دنیا کو درپیش چیلنجز سے نمٹنے کے مقصد کا تجزیہ، مؤثر حل اور گائیڈ لائن دیتا ہے۔ یہ ادارہ امریکی حکومت کے لیے پالیسیاں مرتب کرتا اور لائحہ عمل تشکیل دیتا ہے۔

رینڈ کارپوریشن کی نیشنل سکیورٹی ریسرچ ڈویژن نے ''سول ڈیموکریٹ اسلام، شراکت داری، وسائل اور مؤثر حکمت عملی'' (Civil Democratic Islam, Partners, Resources and Strategies) کے عنوان سے 88 صفحات پر مشتمل ایک پالیسی اور لائحہ کار تیار کرکے امریکی اور یورپی حکومتوں کو ٹاسک دیا۔ اس میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ امریکہ اور ماڈرن انڈسٹریل ورلڈ کو ایسی اسلامی دنیا کی ضرورت ہے جو مغربی اصولوں اور رولز کے

مطابق چلے۔ مسلمانوں میں ایسے افراد اور طبقہ کی مدد اور پشت پناہی کی جائے جو مغربی تہذیب کے دلدادہ اور جدیدیت اور ماڈرنزم پر یقین رکھنے والے ہوں اور مغرب کی طرز کا کھلا معاشرہ چاہتے ہوں۔ ایسے افراد کو ڈھونڈا کیسے جائے؟ یہ وہ سوال تھا جس پر رینڈ کارپوریشن نے مسلمانوں کو 4 قسموں میں تقسیم کیا:

☆ پہلی قسم بنیاد پرست (Fundamentalists): ان کے بارے تھنک ٹینک لکھتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مغربی جمہوریت اور موجودہ مغربی اقدار اور تہذیب کو ماننے کی بجائے اسلامی قوانین اور اسلامی اقدار کے نفاذ کے خواہاں ہیں۔ مزید لکھتا ہے کہ بنیاد پرست مغرب کے اور خاص طور پر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے دشمن ہیں اور ان کے بارے میں مغرب کو نہایت سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر کرنا ہوگی۔

☆ دوسری قسم قدامت پسند (Traditionalists): یہ مسلمانوں کی وہ قسم ہے جو قدامت پسند اور مغرب کی طرز کا کھلا معاشرہ چاہتے ہیں اور ایسے لوگ جدیدیت اور تبدیلی کے بارے میں مشکوک رہتے ہیں۔

☆ تیسری قسم جدت پسند (Modernists): یہ وہ طبقہ ہے جو بین الاقوامی جدیدیت (Global Modernity) کا حصہ بننا چاہتے ہیں اور اس سلسلہ میں اسلام کو بھی جدید بنانے اور جدید دور کے مطابق ہم آہنگ کرنے کی اصلاحات کے قائل ہیں۔

☆ چوتھی قسم سیکولر و لبرل مسلمان (Secularists, Liberalists): رینڈ کارپوریشن لکھتا ہے کہ یہ ایسا طبقہ ہے جو اسلامی دنیا سے توقع رکھتا ہے کہ وہ بھی مغرب کی طرح دین کو ریاست سے الگ کر دیں۔ یہ آزاد خیال، روشن خیال اور اعتدال پسند طبقہ جو ہر طرح سے مغرب کے کام آ سکتا ہے اور امریکہ و مغرب کو ان کی کھلی حمایت جاری رکھنی چاہیے۔ سیکولر اور لبرل کیا ہے؟ آگے اس کی واضح تشریح موجود ہے۔

امریکی تھنک ٹینک لکھتا ہے: جدت پسند اور سیکولر اقدار کے لحاظ سے مغرب کے قریب ہیں جبکہ بنیاد پرست امریکہ اور مغرب کے بارے میں مخالفانہ رویہ رکھتے ہیں اور ممکن ہے دہشتگردی کی بھی حمایت کرتے ہوں۔ اس تھنک ٹینک نے امریکی و مغربی حکمرانوں کو تجویز دی کہ

بنیاد پرستوں کی حمایت کوئی آپشن نہیں۔ قدامت پسند مسلمان اگرچہ روشن خیال و اعتدال پسند ہوتے ہیں لیکن ان میں بہت سے لوگ بنیاد پرستوں کے قریب اوران سے دلی لگاؤ رکھتے ہیں اور اعتدال پسندوں میں یہ خرابی ہے کہ وہ دل سے جدت پسندی کے کلچر اور مغربی ویلوز کو تسلیم نہیں کرتے۔ جدت پسند اور سیکولر و لبرل مسلمانوں کے بارے میں تھنک ٹینک کا کہنا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مغربی اقدار اور پالیسیوں کے قریب ترین ہیں۔ ان کی زیادہ سے زیادہ حمایت اور پشت پناہی کرنی چاہیے تاکہ یہ مقاصد کے حصول میں معاون و مددگار ثابت ہوں۔

اس پالیسی میکر نے امریکہ و یورپ کو یہ تجویز دی کہ قدامت اور جدت پسندوں کو بنیاد پرستوں کے خلاف سپورٹ کریں، ان دونوں طبقوں کے درمیان اختلافات کو ہوا دیں، پوری کوشش کریں کہ قدامت و جدت پسند اور بنیاد پرست مسلمان آپس میں اتحاد قائم نہ کرسکیں اور نہ آپس میں تعاون کو فروغ دے سکیں۔ بنیاد پرستوں کو اکیلا اور بے یار و مددگار کرنے کی پوری کوشش کی جائے کہ ان کی کوئی نہ سنے اور نہ کوئی ان کے کہے پر کان دھرے۔ جہاں تک ہوسکے قدامت و اعتدال پسندوں کی تربیت کی جائے تاکہ وہ بنیاد پرستوں کے مقابلہ میں بہتر مکالمہ کرسکیں تاکہ وہ بنیاد پرستوں کی اسلام کے متعلق سوچ کو چیلنج کریں۔ بنیاد پرست طبقوں کا غیر قانونی گروہوں اور کالعدم تنظیموں کے ساتھ تعلق اور دہشتگردوں کے ساتھ روابط کو جوڑا جائے اور اس طرح کے واقعات عوام کے سامنے لائے جائیں اور عوام کو بتائیں کہ بنیاد پرست نہ تو حکمرانی کرسکتے اور نہ قوم کو ترقی دلوا سکتے تاکہ ان میں بنیاد پرستوں کے خلاف نفرت اُبھرے، بنیاد پرستوں کے آپس کے اختلافات کی حوصلہ افزائی کریں اور ان کو مزید بھڑکانے اور ہوا دینے کی ترغیب دیں تاکہ بنیاد پرست کبھی آپس میں بھی اتحاد نہ کرسکیں۔

اس رینڈ پالیسی نے امریکہ و یورپ کو تجویز دی کہ بنیاد پرستوں کو دنیا کے مشترکہ دشمن کے طور پر لیا جائے اور رائے عامہ یعنی جمہوریت اور سیکولرازم کی بھرپور حمایت کی جائے اور ان کے ذریعے ریاست کو مذہب سے جدا کیا جائے اور اسے اسلامی طور پر صحیح ثابت کیا جائے اور مسلمانوں کو فریب دیا جائے کہ اسلام کو ریاست سے جدا کرنے سے ان کا ایمان خطرے میں نہیں پڑے گا بلکہ مزید مستحکم ہوگا۔ جب نجی سطح پر ہر ایک کو عقائد کی آزادی حاصل ہوگی تو ہر ایک طبقہ

اپنے اپنے مذہب اور عقائد پر پختہ ہوگا۔ اگر تم ملکی سطح پر کوئی عقیدہ یا قانون بناؤ گے تو وہ ایک ہی سب کے لیے یکساں بنے گا اور سب کو اس کے تابع رہنا پڑے گا۔ سب مکاتب فکر کے لیے الگ الگ ملکی قانون تو نہیں بن سکتا نا؟ اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم سب کو الگ الگ فرقوں میں مذہبی آزادی مل رہی ہے تو تمہیں اس پر خوش ہونا چاہیے۔

استغفر اللہ! کیسی خیر خواہی، کیسی سوچ اور کیسی پالیسی مسلمانوں کے باہمی انتشار کو برقرار رکھنے کی، تاکہ یہ کبھی آپس میں اتحاد و تعاون ہی نہ کر سکیں، کبھی دین میں ایک نہ ہوں، سب الگ الگ کھونٹوں میں بندھے اپنے اپنے دائروں میں گھومتے رہیں اور ایک دوسرے کے خلاف صف آرا رہیں اور کبھی ان میں اجتماعیت کی سوچ بھی دوام حاصل نہ کر سکے اور کبھی ایک مرکز پر یکجا نہ ہوں۔

اللہ کریم کا حکم اور دین کی منشا یہ ہے کہ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا کہ سب کے سب مل کر اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اگر ہم اپنے ربّ کے حکم اور اپنے رسول ﷺ اور اپنے دین کی منشا کے برخلاف امریکی و مغربی ایما اور پالیسی پر عمل پیرا ہیں تو ہم مسلمان تو نہ ہوئے، اپنے رب اور اپنے رسول ﷺ کے تابع تو نہ ہوئے بلکہ امریکہ اور مغرب کے تابع اور ایجنٹ ہوئے۔

ہمارا باہمی انتشار اور تفرقہ ثابت کرتا ہے کہ ہم کس خدا کے احکامات کے نافرمان اور کس خدا کی پالیسی اور سوچ کے تابع اور کس کے کھیل کے مہرے اور ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں؟ مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور۔ آج کے مسلمانوں کا حرم واشنگٹن اور خدا؟

بادہ آشام نئے ، بادہ نیا ، خم بھی نئے
حرمِ کعبہ نیا ، بت بھی نئے ، تم بھی نئے

رینڈ پالیسی رپورٹ نے اسلامی دنیا میں مغربی جمہوریت، مغربی تہذیب، جدت پسندی اور امریکی ورلڈ آرڈر کے نفاذ کے لئے کئی تجاویز دیں اور کہا کہ امریکہ اور مغرب کو بڑی احتیاط کے ساتھ یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ اسلامی ممالک اور معاشروں میں کن افراد اور کیسی قوتوں اور کیسے رجحانات کو مضبوط بنانے میں مدد دینی چاہیے اور زیادہ سے زیادہ جمہوریت کی جانب اسلامی

دنیا میں مثبت تبدیلی کی حوصلہ افزائی کریں اور جہاں تک ہوسکے اسلامی ممالک کے اندر فوج کو مضبوط کرنے کے ارادے اور سوچ کو تقویت نہ پکڑنے دیں تا کہ مقررہ اہداف آسانی سے حاصل کیے جاسکیں۔

امریکی تھنک ٹینک نے اپنے مقررہ اہداف کے حصول کے لئے امریکہ و یورپ کو لائحہ عمل دیا کہ وہ جدت پسندوں، روشن خیال، سیکولر و لبرل طبقہ کی حمایت کریں اور اس طبقہ کے کام کی اشاعت اور ڈسٹری بیوشن میں مالی مدد کریں۔ ان کی حوصلہ افزائی کریں اور اس طبقہ کے لکھاریوں اور ادیبوں کو عوام الناس اور نوجوانوں کے لئے لکھنے کی ترغیب دیں۔ جدت پسند نصاب کو اسلامی تعلیمی نظام میں شامل کروائیں اور بنیاد پرستی اور اسلامی عقیدۂ جہاد کا تصور ان کے تعلیمی نصاب سے یکسر نکلوائیں۔ بنیاد پرست طبقہ کی اسلامی بنیاد پرستی پر مبنی کتب پر مکمل پابندی عائد کروائیں (اور یہ مجوزہ پابندی اس وقت اسلامی جمہوریہ پاکستان میں موجود ہے)۔ بنیاد پرستوں کو زیادہ سے زیادہ کمزور رکھا جائے اور ان کو ترقی و خوشحالی کے مواقع میسر نہ آنے دیے جائیں۔ بنیاد پرست اور قدامت پرست مسلمانوں کے برعکس جدت پسندوں اور سیکولر طبقات کی اسلامی معاملات پر تشریحات، رائے اور فیصلوں کو میڈیا، انٹرنیٹ، اسکولوں، کالجوں اور دوسرے ذرائع سے عام کریں۔ سیکولرازم، لبرل ازم اور جدت پسندی کو مسلمانوں کے نوجوانوں کے سامنے متبادل کلچر کے طور پر پیش کریں۔ مسلمان نوجوانوں کو اسلام کے علاوہ دوسرے کلچرز کی تاریخ پڑھائیں تا کہ مسلمانوں کی نئی نسل اسلام سے پوری بیزار اور نا آشنا ہو۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

ڈاکٹر اقبال رحمہ اللہ نے اپنے انداز میں مغرب کے ان خطرناک مقاصد کی نشاندہی فرمائی تھی کہ وہ کیا چاہتا ہے اور اس کی حکمت عملی کیا ہے مگر کسی نے اس پر کان نہیں دھرا اور عام شاعری کی طرح خیالی بات سمجھا۔ مغرب آج بھی اسی حکمت عملی پر عمل پیرا ہے اور جمہوریت اسی سوچ اور اسی حکمت عملی کو پروان چڑھانے کا تسلسل ہے۔

عظمتِ صدیق اکبر (ابوبکر) رضی اللہ عنہ
و دربارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں مقام

پروفیسر (ر) مہر غلام سرور

خلیفہ راشد اُس حکمران کو کہا جاتا ہے جو رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ حکومت کا جانشین ہو اور تمام ملکی و قومی اُمور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اتباع میں انجام دے۔ اسلامی تاریخ میں ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضیٰ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم کے عہد حکومت کو خلافت راشدہ کہا جاتا ہے اس کا دورانیہ تیس سال پر مشتمل ہے۔

جب محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو مدینہ میں تہلکہ مچ گیا۔ صحابہ پر دیوانگی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ عمر فاروق جیسا جری اور مضبوط اعصاب کا مالک اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا۔ تلوار لے کر مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑا ہو کر اعلان کیا کہ جو شخص کہے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے ہیں اُس کا سر کاٹ دوں گا۔ بوقت وصال ابوبکر مدینہ کے نواح میں رہائش کی وجہ سے موجود نہ تھے وصال کی خبر سن کر فوراً پہنچے۔ چہرۂ انور سے چادر ہٹا کر بوسہ دیا اور رو کر کہا: ''آقا جو موت آپ کے لئے لکھی تھی وہ آ چکی دوبارہ نہیں آئے گی۔ (سیرت مصطفیٰؐ، ج ۳) حجرے سے باہر آ کر منبر پر چڑھ کر کہا: اے لوگو! جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ تو فوت ہو چکے ہیں جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ زندہ ہے اور اُس پر کبھی موت وارد نہیں ہوگی۔ اس کے بعد سورۂ آل عمران کی آیت مبارکہ پڑھی: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسولؐ ہیں ان سے پہلے بھی رسول علیہم السلام گزر چکے ہیں۔ پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو کیا تم دین اسلام سے پھر

جاؤ گے اور جو شخص دین اسلام سے پھر جائے گا وہ اللہ کو ذرّہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے شکرگزار بندوں کو نیک بدلہ دیں گے‘‘۔

اس آیت کریمہ کی تلاوت کرنا تھا کہ یک لخت حیرت واضطراب کی حالت ختم ہوگئی۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے لوگوں نے پہلے یہ آیت کریمہ سنی ہی نہ تھی۔ اس نازک مرحلہ پر آپ کی فراست و حکمت پر مبنی گفتگو نے انقلابی رنگ دکھایا۔ آہستہ آہستہ حالات معمول پر آ گئے۔ اس کے بعد نئے خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ درپیش تھا۔ سقیفہ بنی ساعدہ جسے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا ڈیرہ کہا جا سکتا ہے، پر انصار کا اجتماع ہوا اور ان کی خدمات اور ایثار کے بل پر فیصلہ ہوا کہ خلافت ان کا حق ہے اس کی تفصیل میں جائے بغیر یہ کہنا بجا ہوگا کہ جس شاہکار، تدبر و تفکر کے ذریعے حضرت عمر رضی اللہ عنہ و ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر یہ نازک مسئلہ حل فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

حضرت صدیق اکبر کے فضائل کے بارے میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا، جتنا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مال نے پہنچایا۔ (ترمذی)

☆ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس آدمی جنتی ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد بن وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوعبیدہ اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار آدمیوں کی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں ہوسکتی اور نہ ہی مومن کے سوا ان سے کوئی محبت کرتا ہے: وہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

☆ حضرت سہیل روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اُمت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر (رضی اللہ عنہ)، سب سے زیادہ امورِ دینیہ میں سخت عمر (رضی اللہ عنہ)، سب سے زیادہ حیادار عثمان (رضی اللہ عنہ)، اچھا فیصلہ کرنے والا علی (رضی اللہ عنہ) ہے۔ حلال وحرام کا سب سے بڑا عالم معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ)، قیامت والے دن معاذ علماء کے آگے آگے ہوگا۔ اُمت کا سب سے بڑا قاری اُبی بن کعب (رضی اللہ عنہ) اور سب سے زیادہ فرائض کا جاننے والا زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) ہے اور

ابو درداء (رضی اللہ عنہ) بہت بڑا عابد ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بلاشبہ اوّل الایمان، افضل الایمان اور افضل الصحابہ ہیں، دورِ جہالت میں بھی پاکدامن، شرک کے دُور، شراب نوشی، زنا کاری، سود خوری، جوابازی، قتل و غارت، ڈاکہ، چوری، کہانت، شعروشاعری سے مبرا تھے۔ بچپن ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور دوست تھے۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی   سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

بعثت اور اعلانِ حق کے بعد مشرکینِ مکہ کا ظلم وستم زوروں پر تھا۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں مصروفِ عبادت تھے، کفار موقع کی تلاش میں تھے، حملہ آور ہو گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بچاؤ کے لیے کود پڑے۔ کافروں نے آپ رضی اللہ عنہ کو ناقابل بیان ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق   عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

شدید زخمی حالت میں گھر والے اُٹھا کر لے گئے۔ بظاہر ایسا لگتا تھا کہ جانبر نہ ہوسکیں گے۔ کافی وقت کے بعد جب ہوش میں آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت کی۔ والدہ نے، جو ابھی تک اسلام نہیں لائی تھی، کہا: ہمیں تمہاری جان کی فکر ہے اور تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فکرمند ہو۔ (بخاری)

صدقِ خلیل بھی ہے عشق، صبرِ حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی عشق

امام رازی نے بیان کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک انگوٹھی اس ہدایت کے ساتھ حوالے فرمائی کہ وہ اس پر اللہ کا نام کندہ کروالائیں۔ ابوبکرؓ نے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی بھی کندہ کروادیا۔ یہ کام ابوبکرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لامحدود عشق کے پیش نظر کیا۔ جب انگوٹھی آقا کے حوالے کی گئی تو اس پر تین نام کندہ تھے۔ ابوبکر نے اپنا نام کندہ کروانے کی تردید کی۔ اسی اثنا میں حضرت جبرائیل امین حاضر خدمت ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا نام ہمارے حکم سے کندہ کیا گیا ہے۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اسی زندگی میں تمام لوگوں کے احسانات کا بدلہ چکا دیا مگر ابوبکر کے احسانات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا بدلہ ممکن نہیں بلکہ روزِ جزا کو اللہ تعالیٰ خود ان کا بدلہ عطا فرمائے گا۔ (بخاری و مسلم)

☆ ایک دن سرورِ کائنات ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوئے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دائیں پہلو میں اور عمر رضی اللہ عنہ کو بائیں پہلو میں لیے ہوئے تھے۔ صحابہ نے یہ منظر پہلی دفعہ دیکھا تھا لٰہذا اصحابہ کے استفسار پر فرمایا کہ روزِ قیامت کو قبروں سے ایسے ہی اُٹھیں گے۔

☆ ایک تاریک رات بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حجرہ مبارک کے صحن میں لیٹی ہوئی تھیں۔ آقا دو جہاں ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ اندھیری رات میں ستاروں کی چمک دمک کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ بی بی عائشہ صدیقہ نے بڑی مسرت سے کہا کہ آقا اس دنیا میں کوئی ایسا خوش نصیب ہے جس کی نیکیاں ان ستاروں کے برابر ہیں؟ فرمایا کہ ہاں، عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) وہ خوش نصیب ہیں۔ بی بی عائشہ اس غیر متوقع جواب پر عرض گزار ہوئیں کہ میرے والد......؟ حضور نے فرمایا: عائشہ! ابوبکر کی غارِ ثور کی ایک رات عمر اور ان کے جملہ افرادِ کنبہ کی عمر بھر کی نیکیوں پر بھاری ہے۔

☆ ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا: میرے دو وزیر آسمانوں پر اور دو زمین پر ہیں: آسمان والے جبرائیل و میکائیل جبکہ زمین پر ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔

☆ ایک دن حضور اکرم ﷺ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اسی اثنا میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بھی پہنچ کر سلام عرض کیا۔ رسالت مآب ﷺ نے ابو درداء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ ابو درداء نے حیرت سے پوچھا کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ تو حضرت ابوبکر کے آگے آگے چل رہا تھا۔ آپ سب کو علم ہونا چاہیے کہ آج تک ابوبکر سے بہتر کسی شخص پر سورج نہیں چمکا۔

☆ ایک موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا مگر اللہ تعالیٰ میرا خلیل ہے۔ (مشکوٰۃ)

☆ معراج کے موقع پر حضور ﷺ نے جنت میں پُرشکوہ محل دیکھا۔ اس محل میں آپ نے ایک حور دیکھی جس کی پلکیں شاہین کے گردن کے بالوں کی طرح لمبی تھیں۔ حضور ﷺ نے اس حور کے بارے میں پوچھا کہ یہ کس کے لیے ہیں؟ جواب دیا گیا کہ آپ کے یارِ غار کے لیے۔

☆ جب رحمت عالم ﷺ کی بیماری نے زور پکڑا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ بعض صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! حضرت ابوبکر بہت رقیق القلب ہیں حضرت عمر یا

حضرت علی کو نماز کا حکم دیں۔ حضور ﷺ نے زور دے کر فرمایا کہ ابوقحافہ کا بیٹا نماز پڑھائے۔ اس طرح سترہ نمازیں رسالت مآب ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ادا فرمائیں۔

☆ ایک دفعہ رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ جنت کا دروازہ میرے لیے کھولا جائے گا۔ سب سے پہلے میں اس میں داخل ہوں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کاش میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا۔ فرمایا آقا ﷺ نے کہ ابوبکر! خوشخبری ہو، اس وقت آپ میرے ہمراہ ہو گے۔

اس بات میں نہیں مجھے کوئی کلام

میرے نبیؐ کے بعد ہے صدیقؓ کا مقام (ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی)

☆ وہ نبی ﷺ کے بعد بہترین خلق، سب سے زیادہ متقی اور عادل ہیں وہ اپنے فرائض کو سب سے زیادہ پورے کرنے والے تھے۔

☆ وہی ہیں جن کو قرآن میں ثانی اثنین کہا گیا اور ان کی حاضریٔ غار کی تعریف کی گئی۔ وہی ہیں جنھوں نے سب سے پہلے رسالت کی تصدیق کی۔

☆ آپ رضی اللہ عنہ ہی کو صدیق کہہ کر بلایا جاتا ہے۔ حالانکہ تمام مہاجر سوائے آپ کے اپنے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اس پر کسی کا انکار نہیں۔

☆ اللہ شاہد ہے کہ آپ ہی کو سبقت اِلی الاسلام ہے اور عریش کے اندر نبی ﷺ کے ساتھ ہم نشینی کا درجہ بھی آپ ہی کو حاصل ہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر وعمر جنت کے بڑی عمر والوں کے سردار ہیں، سوائے انبیاء ومرسلین کے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ اس اُمت میں نبی کے بعد سب سے بہتر ابوبکر وعمر ہیں۔

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: ''میں نہیں جانتا کہ میرا رہنا تم لوگوں کے درمیان کس قدر رہے، میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتدا کرنا''۔

☆ ابتدائی دور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے عثمان بن عفان، طلحہ بن عبداللہ، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن مظعون، ابوعبیدہ بن الجراح، عبدالرحمٰن بن عوف،

ابوسلمہ بن اسد، ارقم بن ابی ارقم اور زید بن سعید رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا۔ (البدایہ والنہایہ)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا: وہ رات جو حضرت ابوبکر نے رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غارِ ثور میں گزاری وہ بلحاظ قیمت وفضیلت میری اور میری تمام اولاد کی ساری زندگی سے بہتر ہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں ایک موقع پر حاضرین سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ ہم میں سے سب سے زیادہ بہادر کون ہے یا تھا؟ حاضرین نے بیک آواز کہا کہ آپ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اُمت میں سب سے زیادہ بہادر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جن کے مقابلے میں میں کبھی بھی ان سے آدھی شجاعت کا بھی مظاہرہ نہ کرسکا۔ یہاں تک فرمایا کہ آلِ فرعون کا وہ واحد مؤمن ہی کیا بلکہ تمام روئے زمین پر ابوبکر سے زیادہ بہادر کوئی نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ گفتگو کررہے تھے تو ریش مبارک اور اوڑھی ہوئی چادر آنسوؤں سے تر ہوگئی تھی۔

☆ زید بن علی بن حسین نے کہا کہ اگر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو میں بھی وہی فیصلہ کرتا جو ابوبکر نے فدک کے بارے میں کیا ہے۔

☆ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ بوڑھے ہوگئے ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ مجھے سورۃ ہود، سورۃ واقعہ، سورۃ مرسلات، عم یتسائلون اور اِذا الشّمس کورت نے بوڑھا کردیا ہے۔

☆ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ تیرے باپ اور بھائی کو بلا کر ایک تحریر لکھ دوں تاکہ کوئی کہنے والا نہ کہے اور آرزومند آرزو نہ کرے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور مؤمنین ابوبکر کے سوا کسی کو قبول نہ کریں گے۔

☆ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو میں کیا کروں؟ فرمایا: ابوبکر کے پاس، اگر وہ بھی نہ ہوں تو عمر کے پاس آنا۔ (بخاری)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور ایک دن اُحد پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ ابوبکر، عمر، عثمان ہمراہ تھے۔ پہاڑ کو زلزلہ آ گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پاؤں مارا اور حکم دیا کہ ٹھہر جا، تجھ پر ایک رسول، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر ابوبکر خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی۔ آپ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی۔

☆ حماد بن سلمہ بحوالہ ایوب سختیانی بیان کیا ہے جس نے ابوبکر سے محبت کی اس نے دین کو قائم کر دیا۔ جس نے عمر سے محبت کی اُس نے راستے کو واضح کر دیا۔ جس نے عثمان سے محبت کی اُس نے نورِ الٰہی سے نور لیا۔ جس نے علی سے محبت کی اُس نے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا۔ جس نے حضور ﷺ کے صحابہ کے بارے میں اچھی بات کہی وہ نفاق سے پاک ہو گیا۔ (جلد ہشتم، 733)

☆ مفسر قرآن و نامور تابعی سعید بن مسیّب نے بیان کیا کہ جو شخص حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان اور حضرت علی کا محبّ ہونے کی حالت میں مرے گا اور عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی شہادت دے گا اور حضرت امیر معاویہ کو رحمہ اللہ کہے گا اللہ پر واجب ہے کہ اُس کا حساب سختی سے نہ کرے۔

محبت و عشق رسولؐ میں صدیقؓ نے جس استقامت و صبر کا عملی ثبوت انسانیت کے سامنے پیش فرمایا، اُس کی خوشبو اور مہک حضرت ابراہیم، اسماعیل، یعقوب اور ایوب (علیہم السلام) کے صبروں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ احاطہ بیت اللہ ہو، غارِ ثور ہو، سفر ہجرت ہو، صبر کے کس درجہ اور معیار کا مظہر ہیں۔

وہ گلستانِ دین کا مہکتا ہوا گلاب　　جس کو حضورؐ نے دیا صدیق کا خطاب
وہ جس کی نیکیاں تھیں ستاروں سے بھی فزوں　　وہ جس سے مصطفٰے کو محبت تھی بے حساب
وہ جس کا بدترین مخالف مسیلمہ　　وہ جس کا بہترین ثنا خواہ بوتراب
ہم خواب آج بھی ہے رسولِ خدا کے ساتھ　　ہر گام پر رہا جو نبوت کا ہم رکاب
نقشِ قدم پر اِن کے ہوا جو بھی گامزن　　دنیا میں سر بلند ہے عقبیٰ میں کامیاب

(ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی)

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس
علامہ اقبال

خلیفہ منتخب ہونے کے بعد پہلا خطبہ جو آپ رضی اللہ عنہ نے دیا وہ آبِ زر سے ضبط تحریر میں لانے کے قابل ہے بلکہ آنے والی دنیا کے حکمرانوں کے لیے روشنی کا مینار ہے جو تا قیامِ قیامت اپنی ضوفشانی کی بدولت جگمگاتا رہے گا۔ خلاصہ پیش خدمت ہے:

”لوگو! مجھے تمہارا حاکم بنایا گیا ہے حالانکہ میں آپ سے بہتر نہ ہوں۔ اگر میں

درست سمت چلوں میری پیروی کرو اگر غلط کام کروں تو مجھے ٹوکو۔ سچائی امانت اور جھوٹ خیانت ہے۔ تمہارا کمزور شخص میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق دلوادوں اور تم میں سے قوی شخص میرے نزدیک کمزور ہے کہ جب تک اس کے ذمے جو حق ہے اس سے نہ لے لوں۔ جو قوم اللہ کی راہ میں جہاد ترک کر دیتی ہے اس پر اللہ ذلت و خواری مسلط کر دیتا ہے۔ اگر کسی قوم میں بے حیائی و بدکاری پھیل جائے تو آسمان سے اللہ تعالیٰ اس پر بلائیں نازل کرتا ہے اور پتھر برساتا ہے۔ اگر میں اللہ اور رسول ﷺ کی پیروی کروں تو میری اطاعت کرو۔ اگر میرے کسی اقدام سے نافرمانی کا پہلو نکلتا ہو تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ میرے لیے خلافت میں کوئی راحت نہیں یہ وہ بار ہے جو مجھ جیسے کمزور انسان پر لاد دیا گیا ہے اسے اٹھانے کی مجھ میں سکت نہیں اِلا یہ کہ اللہ میری مدد کرے''۔ (طبقات ابن سعد، ج ۳)

آپ رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا خطبہ خلافت آج کے حکمرانوں (خاص کر پاکستان) کے لیے چشم کشا عبرت کے لیے انمول سبق ہے۔ دنیا میں آج کے حکمرانوں نے اقتدار کے حصول اور دنیا پرستی میں اودھم مچا رکھا ہے اللہ کی پناہ!

آخر میں نبوت کے جھوٹے دعویداروں، ارتداد کی لہر، منکرین زکوٰۃ، حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کی سرحد شام کی طرف روانگی۔ یہ وہ گھمبیر مسائل تھے جن کا سامنا رحمتِ عالم ﷺ کے وصال کے فوراً بعد درپیش تھا، جس عزیمت، استقلال، استقامت اور فراست کے ساتھ قابو پایا وہ نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ تاریخ عالم کا حیرت انگیز و سدابہار عظیم کارنامہ ہے۔

صدیقؓ آفتاب ، عمرؓ مہتاب ہے
عثمانؓ حیا کی جان، علیؓ بوتراب ہے

قائداعظم، اسلامی جمہوریہ پاکستان، ہیپی نیوائیر، ویلنٹائن ڈے اور بسنت

ابو فیصل محمد منظور انور

پاکستان عالم اسلام کا وہ پہلا ملک ہے جو اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا تھا اور پاکستان کا مطلب کیا؟ لاالٰہ اللہ محمد رسول اللہ، کے عظیم تر نعرے کی بنیاد پر لاکھوں مسلمانوں نے ایک علیحدہ اسلامی مملکت کے حق میں ووٹ دیا تھا۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ اور ان کے دیگر ساتھیوں کی کئی سالوں پر محیط شب و روز کوششوں اور حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ کے خوابوں کی تعبیر 27 رمضان المبارک کی مقدس رات 14 اگست 1947ء کو منصۂ شہود پر آیا تھا۔ مسلمانوں کے لئے ایک آزاد اور خودمختار ملک کے حصول کا ایک ہی مقصد تھا کہ اس میں رہنے والے مسلمان اسلامی نظام اور اسلامی قوانین کے مطابق اپنی زندگیاں گزاریں گے۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کا یوم پیدائش ہر سال 25 دسمبر کو بڑے اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے جنھوں نے اپنی پہلی تقریر میں فرمایا تھا:

> "You are free; you are free to go to your temples, you are free to go to your mosques or to any other place of worship in this State of Pakistan. You may belong to any religion or caste or creed that has nothing to do with the business of the State.

تم آزاد ہو، تم آزاد ہو کہ تم اپنے مندروں میں جاؤ۔ تم آزاد ہو کہ تم اپنی مساجد میں جاؤ یا اس

ریاست پاکستان میں کسی اور عبادت گاہ میں جاؤ۔اس کا کوئی تعلق ریاستی معاملات سے نہیں ہے۔

اب قائداعظم کی مختلف تقاریر کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیے اور پھر 'داد' دیجئے، ان بہکانے والوں کے اندازفکر کو کس طرح---- خرد کو جنوں اور جنوں کو خرد--- کا نام دینا چاہتے ہیں

11مارچ1942ءڈان میں ایک اپیل کے جواب میں قائد کا بیان

The Hindus and other communities in Pakistan will be treated with justice and fairplaynay, with generosity. That is the view of every responsible Musalman and, what is more, it is enjoined upon us by the highest authoritythe Quran and the Prophet.

ہندواور دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ پاکستان میں انصاف اور نیک برتاؤ کا معاملہ کیا جائے گا یہی نہیں بلکہ فیاضی اور سخاوت کے ساتھ۔یہی ہر ذمہ دار مسلمان کا نقطہ نظر ہے اوراس سے بڑھ کر یہ کہ ہم پر سب سے اعلیٰ ترین اتھارٹی قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے۔

11نومبر1942ءلائل پور میں خطاب

Respective communities would be fully safeguarded according to the injunctions from the highest authority, namely Quran, that a minority must be treated justly and fairly.

قائداعظم محمد علی جناح نے عیسائیوں اور Adharam Associations کو یقین دلایا کہ ان کے مذاہب کے لوگوں کے حقوق کو مکمل طور پر محفوظ کیا جائے گا اور اعلیٰ ترین اتھارٹی قرآن کے مطابق یعنی اقلیت کے ساتھ عدل وانصاف اور نیک برتاؤ کرنا ضروری ہے۔

14/اگست1947ءکو پاکستان کی قانون ساز اسمبلی سے خطاب میں فرمایا:

It dates back thirteen centuries ago when our Prophet not only by words but by deeds treated the Jews and Christians, after he had conquered them, with the utmost tolerance and regard and respect for their faith and beliefs. The whole history of Muslims, wherever they ruled, is replete with those

humane and great principles which should be followed and practiced.

یہ تیرہ صدیاں قبل کی بات ہے کہ جب ہمارے رسول ﷺ نے صرف لفظی طور پر نہیں بلکہ عملی طور پر یہود و نصاری کے ساتھ ان پر فتح یاب ہونے کے بعد ان کے عقائد و ایمانیات کے ساتھ انتہائی تحمل اور عزت کا معاملہ فرمایا۔ مسلمانوں کی تمام تاریخ، جہاں کہیں انہوں نے حکومت کی، ان عظیم اور مہربان اصولوں سے مالا مال ہے جن کی اتباع کرنی چاہیئے اور ان پر عمل ہونا چاہیے۔

اس طرح کے بیسیوں اقتباسات پیش کیے جاسکتے ہیں جو قائد کی 11 اگست کی تقریر کی وضاحت کرتے ہیں۔ نام نہاد، بدنیت، لبرل اور سیکولر عناصر قائداعظم کی اس تقریر کو ڈھٹائی کی حد اپنے ناپاک مقاصد کے لئے استعمال کر کے پاکستان کو اس کے بنیادی نظریے سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ مملکت پاکستان کلمہ طیبہ کے نام پر حاصل کی جانے والی دنیا کی پہلی اسلامی مملکت ہے جس کے لئے لاکھوں جانوں اور عصمتوں کے نذرانے دیے گئے ہیں لہٰذا اس دھرتی پر سوائے اسلامی نظامِ حیات کے نفاذ کے کسی بھی اور نظام کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

یہ ملک اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ معجزہ ہے جو رمضان المبارک کی 27ویں شب یعنی لیلۃ القدر میں رونما ہوا۔ اس میں مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے جو دین اسلام پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ مگر یہاں مغربی دنیا کے مادر پدر آزاد معاشرے کی دیکھا دیکھی عیسوی سال کے آغاز پر 'ہیپی نیو ائیر' (Happy new year) جس طرح منانے کا رواج جڑ پکڑ رہا ہے یہ ہمارے لئے انتہائی حد تک باعث شرم ہے یہ قابل مذمت فعل ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ان خرافات کی اجازت دینا فرمودات قائداعظم اور علامہ اقبال کے تصور پاکستان کے خلاف ہے۔ لہٰذا ایسی فضول رسموں کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔

ویلنٹائن ڈے۔ 14 فروری کا یہ یومِ محبت مسیحی بزرگ سینٹ ویلن ٹائن سے منسوب کیوں کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق ایک غیر مستند داستان پائی جاتی ہے کہ تیسری صدی عیسوی میں ویلنٹائن نام کے ایک پادری ایک راہبہ (Nun) کے عشق میں مبتلا ہوئے۔ چونکہ مسیحیت میں راہبوں اور راہبات کے لیے شادی ممنوع سمجھی جاتی ہے۔ اس لیے ایک دن مسٹر ویلنٹائن نے اپنی

معشوقہ کی تشفی کے لیے اسے بتایا کہ اسے خواب میں بتایا گیا ہے کہ 14 فروری کا دن ایسا ہے اس میں اگر کوئی راہب یا راہبہ جنسی ملاپ بھی کر لیں تو اسے گناہ نہیں سمجھا جائے گا۔ راہبہ نے ان پر یقین کیا۔ کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اڑانے پر ان کا حشر وہی ہوا جو عموماً ہوا کرتا ہے یعنی انہیں قتل کر دیا گیا۔ بعد میں کچھ منچلوں نے مسٹر ویلنٹائن کو شہیدِ محبت کے درجہ پر فائز کرتے ہوئے ان کی یاد میں دن منانا شروع کر دیا۔ چرچ نے ان خرافات کی ہمیشہ مذمت کی اور اسے جنسی بے راہ روی کی تبلیغ پر مبنی قرار دیا۔ بنکاک میں تو ایک مسیحی پادری نے بعض افراد کو لے کر ایک ایسی دکان کو نذرِ آتش کر دیا جس پر ویلنٹائن کارڈ فروخت ہو رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ 2016ء بھی مسیحی پادریوں نے اس دن کی مذمت میں سخت بیانات دیے۔ پاکستان میں گذشتہ دو تین سالوں سے نوجوانوں میں اس دن کو منانے کا رواج شروع ہوا ہے حالانکہ اسلامی نقطہ نظر کے مطابق غیر محرم مردوں اور عورتوں کا ایک دوسروں سے ملنا اور اظہارِ محبت کرنا منع ہے۔ 2017ء میں اسلام آباد ہائی کورٹ نے عوامی مقامات پر ویلنٹائن ڈے منانے پر پابندی لگا دی تھی۔ سعودی عرب 2002ء اور 2008ء میں سعودی پولیس نے ویلنٹائن کے حوالے سے کسی بھی چیز کی فروخت پر پابندی لگا دی۔ 2012ء میں مذہبی پولیس نے 140 مسلمانوں کو یہ تہوار مناتے ہوئے پکڑا اور دوکانوں پر فروخت ہوتے تمام پھول قبضے میں لے لیے گئے اور حکم دیا گیا کہ سعودی عرب میں مسلمان یہ تہوار نہیں منا سکتے۔ وطنِ عزیز میں اس کا منانا قابلِ مذمت ہی نہیں قابلِ ملامت فعل ہے۔

بسنت کی حقیقت

اسی طرح بسنت کا تہوار لاہور میں ایک ہندو گستاخِ رسول کے جہنم واصل ہونے کے بعد اس کی یاد میں ہندوؤں نے منایا۔ ایک ہندو مؤرخ ڈاکٹر بی ایس نجار (Dr.B.S.Nijjar) نے اپنی کتاب Punjab under the later Mughals کے صفحہ نمبر 279 پر لکھا ہے کہ:

حقیقت رائے باگھ مل پوری سیالکوٹ کے ایک ہندو کھتری کا اکلوتا لڑکا تھا۔ حقیقت رائے نے حضرت محمد ﷺ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان میں انتہائی گستاخانہ اور نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ اس جرم پر حقیقت رائے کو گرفتار کر کے عدالتی کارروائی کے لیے لاہور بھیجا گیا جہاں اسے سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا۔ اس واقعے سے پنجاب کے ہندوؤں کو شدید دھچکا لگا اور کچھ ہندو افسر سفارش

کے لیے اس وقت کے پنجاب کے گورنر زکریا خان (1707ء تا 1759ء) کے پاس گئے کہ حقیقت رائے کو معاف کر دیا جائے لیکن زکریا خان نے کوئی سفارش نہ سنی اور سزائے موت کے حکم پر نظر ثانی کرنے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا اس گستاخ رسول کی گردن اڑا دی گئی۔ اس پر ہندوں میں صف ماتم بچھ گئی۔ ہندوں نے حقیقت رائے کی ایک یادگار قائم کی جو کوٹ خواجہ سعید (کھوجے شاہی) لاہور میں واقع ہے اور اب یہ جگہ باوے دی مڑہی کے نام سے مشہور ہے۔ اس مقام پر ایک ہندو رئیس کالو رام نے حقیقت رائے کی یاد میں اس کی موت کے دن کو ایک میلے کی شکل دی اور ہر سال بہار کے موسم میں بسنت میلے کا آغاز کیا۔ پنجاب کا بسنت میلہ اسی حقیقت رائے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ بیسویں صدی کی پہلی دہائی (10-1905) میں، تین بنگالی مصنّفین نے اپنے مضامین کے ذریعے حقیقت رائے کی موت کی افسانوی مقبولیت میں اضافہ کیا۔ ہندو معاشرے میں بسنت کا تہوار اسی ملعون حقیقت رائے کی یاد میں بھارت، بنگلہ دیش، نیپال اور دیگر ممالک میں بڑے پیمانے پر منایا جاتا ہے۔ ہندو اس روز سکولوں، کالجوں اور دیگر تعلیمی اداروں میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اس دن کے لئے خصوصی پروگرام بناتے ہیں بہت سے ہندو حلوہ، میٹھے چاول پیش کرنے کے لئے مندروں پر جاتے ہیں۔ ہندوؤں کے دیکھا دیکھی ہندوستان کے دیگر مذاہب کے افراد بھی ثقافت کی آڑ میں اب یہ تہوار مناتے ہیں۔

پاکستان میں سابقہ سالوں میں بسنت میلہ کے موقع پر پتنگ بازی کو سرکاری سرپرستی حاصل ہو گئی تھی اور یہ ایک خونی کھیل بن کر رہ گیا پتنگ اڑانے اور لوٹنے والے سینکڑوں افراد حادثات کا شکار ہوئے گلے میں ڈور پھرنے سے کئی شہری اپنی جانوں سے گئے یا پھر زخمی ہو کر اپاہج بن کر رہ گئے پتنگ بازی کے باعث بجلی کے تار بار بار جلتے اور کٹتے رہے اور بجلی کی ٹرپنگ و بندش ہوتی رہی۔ ایسے واقعات کے بعد عوامی بھرپور احتجاج پر 2007ء میں بسنت پر پابندی عائد کر دی گئی تھی جس پر عوام نے شکر ادا کیا تھا۔ ملک کو ریاست مدینہ بنانے کی دعویدار حکومت کے دور میں بسنت ایسے غیر اسلامی تہوار کو منائے جانے کی اطلاعات کے باعث عوام میں شدید اضطراب اور غم وغصہ پایا جاتا ہے۔ بسنت تو توہین رسالت کے مجرم کی یاد میں منایا جاتا ہے مگر افسوس کہ ہمارا میڈیا اور روشن خیال طبقہ اس واقعہ کی اصل حقیقت کو فراموش کر کے اسے ایک

ثقافت کا رنگ دے کر منانے پر اصرار کرتا رہا ہے۔ کچھ مذہب بیزار اور خاص طور پر مغرب سے متأثرہ شوبز کی دنیا کو تو گھروں سے باہر نکل کر موج مستی اور ہلہ گلہ کرنے کا بہانہ چاہیے۔ بسنت تہوار منانا تو ایک بہانہ ہے دراصل ان عناصر کو ہندوؤں کی طرز پر رقص و سرود کی محفلیں سجانے، ناچنے گانے غل غپاڑہ کرنے اور رنگ رلیاں منانے کا موقع ملتا ہے اسی لئے وہ بسنت میلے کو ہر صورت منانے پر مصر ہیں چاہے اس کے لئے دھاتی اور کیمیکل ڈور سے گلے کاٹے جانے کے باعث سینکڑوں گھروں میں صف ماتم ہی بچھ جائے۔ کتنے ہی افراد موت کے منہ میں چلے جائیں؟ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ہم ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کہیں شعوری یا غیر شعوری طور پر ایک گستاخِ رسول کی یاد میں منعقد کیے جانے والے بسنت میلہ میں شریک ہو کر ہم توہین رسالت کا ارتکاب تو نہیں کر رہے؟ کیا ہم ہندوں کے مذہبی تہوار کو منا کر دوسری قوموں سے مشابہت کے گناہ کا اِرتکاب تو نہیں کر رہے؟ کیا ہمارا بسنت منانے کا طور طریقہ لہوولعب کی تعریف میں شامل تو نہیں ہے؟ بسنت کے نام پر رقص و سرور، ہلڑ بازی، ہاہو، شور شرابہ اور فائرنگ وغیرہ مہذب قوموں کا شعار نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کی تقلید کرتا ہے وہ ان میں سے ایک ہے۔ (ابوداؤد)

وطن عزیز میں مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے جو دین اسلام پر عمل پیرا ہو کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ مگر یہاں پر مغربی دنیا کے مادر پدر آزاد معاشرے کی دیکھا دیکھی عیسوی سال کے آغاز پر ہیپی نیوائیر (Happy new year) اور فروری میں ویلنٹائن ڈے منانے کا جس طرح رواج ہوتا جا رہا ہے یہ انتہائی افسوس ناک ہے، کیونکہ ان مواقع پر جو کچھ مغربی ممالک میں ہوتا ہے اور جس طرح اخلاقیات کی دھجیاں بکھیری جاتی ہے وہ باعث ندامت ہے۔ اسی طرح بسنت ایک خونی کھیل ہونے کے علاوہ ہندوؤں کا تہوار بھی ہے۔ مسلمانوں کو ایسی خرافات میں قطعی طور پر شریک نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔

متاعِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی!

☆☆☆☆☆

حکمت بالغہ کی خصوصی اشاعت (نومبر 2018ء)
وسائل رزق پر قبضہ اور ارتکاز دولت کے شیطانی طریقے،
بنی اسرائیل اور یاجوج ماجوج کا گٹھ جوڑ اور بچاؤ کا راستہ

پر اہل علم کے تاثرات

(گزشتہ سے پیوستہ)

8۔ ڈاکٹر طالب حسین سیال، اسلام آباد

حکمت بالغہ کا خصوصی شمارہ نومبر 2018ء علمی معنویت، اقتصادی بصیرت اور موجودہ عالمی معاشی مضمرات کے فکر انگیز تجزیہ سے عبارت ہے۔ حکمت بالغہ کا ہر خصوصی شمارہ پُر مغز اور بصیرت و آگہی سے معمور مضامین سے مزین ہوتا ہے۔ میں گزشتہ چھ سات سالوں سے اس جریدہ کا قاری ہوں۔ پہلی دفعہ جب یہ میگزین میری نظر سے گزرا تو میں مسرت زا حیرت میں مبتلا ہو گیا۔ اس قدر علمی و ثقافتی اور اسلامی روایات کا ادبی شاہکار سرزمین جھنگ سے شائع ہو سکتا ہے؟ سرزمین جھنگ واقعی مردم خیز علاقہ ہے۔ کئی ادیب، نقاد، شاعر اور انشا پرداز یہاں پیدا ہوئے لیکن میں پھر بھی یہ امید نہیں کر سکتا تھا کہ حکمت بالغہ جیسا جامع، مدلل اور عصر حاضر کی سپرٹ سے ہم آہنگ کوئی رسالہ اتنی باقاعدگی سے جاری رہ سکتا ہے۔ لیکن حکمت بالغہ کے ہر آنے والے شمارے نے مجھے اس حقیقت کا قائل کر لیا کہ ضروری نہیں کہ بڑے شہروں سے علمی معیار کا اعلیٰ دینی لٹریچر تخلیق ہو۔ مجھے اس پر فخر ہے کہ حکمت بالغہ نے جھنگ کی علمی و ادبی اور دینی اثاثوں میں فقید المثال اضافہ کیا ہے اور اس رسالہ کے قارئین نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون پاکستان بھی پائے جاتے ہیں۔

اس رسالہ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ فکرِ اقبال کی جس دردمندی اور علمی ہنرمندی سے اشاعت کر رہا ہے میری معلومات کے مطابق کوئی اور جریدہ اس کی ہمسری نہیں کر سکتا زیر نظر

شمارے میں 13 سے 53 صفحات پر فکرِ اقبال کا نچوڑ پیش کیا گیا ہے۔ انجینئر مختار فاروقی صاحب کا معاصر اقبال شناسوں میں منفرد مقام ہے۔ وہ قرآنی اور عالمی وژن کے ساتھ مسلم اُمت کے تناظر میں فکرِ اقبال کو جس مؤثر اور دل نشین انداز میں پیش کرتے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے۔

نومبر کے اس خصوصی شمارے میں نہایت فکر انگیز انقلابی نوعیت کے معیاری مضامین شامل کیے گئے ہیں جو معتبر اور معروف اہل قلم کا CONTRIBUTION ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ مدیر مسئول خصوصی اشاعت کے مرکزی مضمون کی مناسبت سے ہمیشہ GENIUNE شخصیات کا انتخاب کرتے ہیں اور ان کے رشحات قلم سے قارئین حکمت بالغہ کو مستفیض اور مستنیر کرتے ہیں۔ اس علمی ریاضت پر میں حکمت بالغہ کے مدیر اور ان کے ساتھیوں کو داد و تحسین کے ساتھ مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تقریباً ہر مملکت میں اور عالمی سطح پر سودی بینکنگ نظام مروّج ہے اور ملٹی نیشنلز کارپوریشنوں کی عالمی معیشت پر اجارہ داری ہے۔ اس استحصالی نظام کی بنیاد مغرب کی لادینی ثقافت اور ان کا سیاسی غلبہ ہے۔ جب تک مغرب کی غالب تہذیب کے مقابلہ میں اسلام کی عالمی تہذیب کو عملی حیثیت سے پیش نہیں کیا جاتا اس وقت تک اس نظام کا غلبہ رہے گا اور ایشیا و افریقہ کے ممالک کے عوام غربت اور پس ماندگی میں رہیں گے بلکہ وہ مغرب کی ملحدانہ ثقافت سے مغلوب ہوتے چلے جائیں گے۔ سیّد ابوالحسن ندویؒ نے اپنی تصنیف "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" میں لکھتے ہیں: "لادینی حکومتیں دراصل ایک ترقی یافتہ منظّم اور محفوظ تجارتی ادارے ہیں۔ یہ حکومتیں بنیادی و اصولی طور پر نفع پہنچانے کے لیے نہیں بلکہ نفع اٹھانے کے لیے قائم ہوتی ہیں وہ سرے سے کوئی اخلاقی پیغام اور اصلاحی مقصد نہیں رکھتیں، نہ ان کے پیش نظر ملک یا قوم کی اخلاقی و روحانی ترقی' انسانوں کی ہدایت اور انسانیت کی حقیقی خدمت و بہبود ہوتی ہے۔ قدرتی طور پر ان کی اصل توجہ آمدنی کے ابواب، نفع اٹھانے کی تدابیر اور سرکاری محاصل و مطالبات کی طرف ہوتی ہے۔ اس غرض کے لیے وہ بے تکلف اخلاق و شرافت کے اصول کو نظر انداز کر دیتی اور اخلاقی تعلیمات و مصالح کو پس پشت ڈال دیتی ہیں جہاں کہیں اخلاقیات و مالیات کا تصادم ہوتا ہے وہاں وہ ہمیشہ مالیات کو ترجیح دیتی ہیں۔ ہر مسئلہ میں ان کا نقطہ نظر معاشی و

اقتصادی ہوتا ہے، اس طرز کی حکومتیں بداخلاقی و بے حیائی کی بہت سی قسموں کو کچھ قانونی قیود کے ساتھ (جو جرائم کا سدباب نہیں کرتی بلکہ ان کو صرف نظم وضابطہ میں لے آتے ہیں) جائز قرار دیتی ہیں............مہذب ناموں سے جوئے کی اجازت ہوتی ہے............شراب کی نہ صرف اجازت ہوتی ہے بلکہ حکومت بعض اوقات اس کی تجارت اپنے ہاتھ میں رکھتی ہے اور اس کے خلاف جدوجہد کرنے والے کو سزا دیتی ہے۔ سینما اور فلم سازی کی صنعت جو اپنی موجودہ روح اور شکل میں اُمّ الجرائم اور قوم میں بداخلاقی کا رجحان اور شہوانی میلان پیدا کرنے کی سب سے بڑھ کر ذمہ دار ہے حکومت کی آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ سمجھی جاتی ہے............غیر ذمہ دار اخبار نویس اور فحش نگار ادیب اور افسانہ نگار اپنے حقیر مادی فوائد کے لیے قوم میں اخلاقی طاعون پھیلاتے ہیں''۔

موجودہ سودی بینکنگ کے نظام کے نقصانات کو طشت ازبام کرنا کافی نہیں ہے بلکہ اس کے متبادل ایک مفید، انسان دوست اور اخلاقیات پر مبنی معاشی نظام کو عملاً قائم کرنا اصل چیلنج ہے۔ مدیر موصوف نے صحیح کہا ہے کہ ''صرف آرزو کرنے سے کوئی شے یا مقصود نہیں مل جاتا'' کیا ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے اپنے ملکوں میں اسلامی معیشت قائم کر رہے ہیں؟ تلخ حقیقت تو یہ ہے کہ مسلم ممالک معاشی طور پر آزاد اور خودمختار نہیں ہیں اکثر ممالک میں ذرائع و وسائل کی گڈ گورننس نہیں ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر کیا ہم موجودہ غالب بینکنگ کے نظام کا کوئی متبادل پیش کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ میں آخر میں حکمت بالغہ کی مساعی جمیلہ کو سراہتا ہوں۔ حرفِ آرزو کا پیدا ہو جانا بھی بڑی بات ہے کم از کم احساسِ زیاں کو تو اجاگر کیا گیا ہے اور نظریاتی لحاظ سے اسلامی نظام کے خدوخال بھی پیش کیے گئے ہیں۔

9۔ ڈاکٹر ضمیر اختر خان، پشاور

'حکمت بالغہ' بروقت اور باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے جَزَاکُمُ اللّٰہُ اَحۡسَنَ الۡجَزَاء۔ ماشاءاللہ 2018ء تک پورے ایک درجن خصوصی شمارے متنوع موضوعات پر شائع کر کے آپ نے ملت اسلامیہ پاکستان کے باشعور اور پڑھے لکھے طبقے پر اتمامِ حجت کر لی ہے اَللّٰھُمَّ زِدۡ فَزِدۡ۔ اب بھی اگر کسی کو حقیقت انسان کے حوالے سے مزید وضاحت چاہیے تو وہ 'حقیقت انسان نمبر' حاصل کرے اور اپنی حقیقت پہچانے تاکہ دنیا آخرت میں کامیابی ممکن ہو سکے۔ انسان کا شرف

اصلی روح ربانی ہے اور روح کی غذا اور ترقی کا ذریعہ علم ہے مگر کون سا علم؟ اس کی وضاحت کے لیے 'حقیقت علم نمبر' کا حصول ضروری ہے۔ فی الوقت مسلمانانِ پاکستان کا نظامِ تعلیم نہ دینی ضرورت صحیح طور پر پورا کر رہا ہے اور نہ ہی جدید ضرورتوں سے ہم آہنگ ہے۔آپ نے 'احیاء العلوم نمبر' کے ذریعے سوچنے اور سمجھنے والوں کو عمل کی راہ دکھلائی ہے۔ دوقومی نظریے کی بنیاد پر وجود میں آنے والے ملک، پاکستان کو نظریاتی نظامِ تعلیم کی طرف متوجہ کرنا ملک و ملت کی خیر خواہی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اللہ کرے کہ اربابِ حل وعقد اپنی ذمہ داریاں محسوس کرتے ہوئے نظامِ تعلیم کو نظریاتی بنیادوں پر استوار کریں۔ مادر پدر آزادی کے علمبرداروں نے حقوقِ نسواں کا نعرہ لگا کر مسلم خواتین کو گمراہ کرنے کی جو عالمی تحریک برپا کر رکھی ہے اس کا راستہ روکنے کی کامیاب کوشش 'حقوق نسواں نمبر' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ہماری مائیں بہنیں اس سے فائدہ اٹھائیں تو بہت سے مغالطّوں سے محفوظ رہیں گی۔ قرآن وسنت کی روشنی میں 'یاجوج ماجوج نمبر' جدید ذہن کو فتنوں سے محفوظ رکھنے کا ان شاء اللہ ذریعہ بنے گا۔ رسول ﷺ کا اس امت پر جو احسان عظیم ہے اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہی آپ کو عطا فرمائے گا۔ 'الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ ﷺ' کے ذریعے آپ ؐ کے ساتھ حقیقی تعلق قائم کرنے کا مکمل طریقہ بتا کر حکمت بالغہ نے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ نسل نو کی فکری تربیت کرنا ملت اسلامیہ پاکستان کے مستقبل کے حوالے سے بہت ضروری ہے۔ ان کے اندر اپنے تاریخی ورثے سے آگاہی پیدا کرنا اور ان میں نظریاتی تشخص کو اجاگر کرنے کے لیے 'جنوبی ایشیا میں ہندو مسلم نظریاتی کشاکش......' ایک عمدہ کوشش ہے۔ نظریۂ پاکستان یوں تو بہت واضح تھا کہ تحریک پاکستان کے دوران بچے بچے کی زبان پر ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ'' تھا۔ یہی نعرہ تو قیام پاکستان کی راہ ہموار کرنے کا سب سے بڑا سبب تھا۔ قیام پاکستان کے بعد اس کو بھلا دیا گیا۔ حکمت بالغہ نے نوجوانانِ ملت کو بھولا ہوا سبق یاد دلا کر ان پر احسان کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پاکستان کی نظریاتی سمت کا تعین علامہ اقبال نے ہی کیا تھا۔ یہ اقبال ہی تھے جنھوں نے قائداعظم کو بھی نظریاتی بنیادوں پر پاکستان کے لیے تحریک چلانے پر آمادہ کیا تھا۔ لہٰذا ''حکمت اقبال ہی نظریۂ پاکستان ہے'' بالکل درست ہے۔ اسی کا تقاضا ہے کہ فکر اقبال کو شدومد سے نسل نو کے سامنے پیش کیا جائے۔ ''احیائے فکر اقبال نمبر'' یقیناً اس میں معاون ہوگا۔ ضرورت ہے کہ اس شمارے کو زیادہ سے زیادہ اساتذہ اور طلباء تک پہنچایا

جائے۔ دورحاضر میں حکمرانی عیاشی کا بہت بڑا ذریعہ بن گیا ہے ’’بادشاہ، پرنس اور ارب پتی یا درویش حکمران‘‘ کے ذریعے ہمارے حکمرانوں کے سامنے ایک آئینہ رکھ دیا گیا ہے۔اس میں ہر کوئی اپنی شکل دیکھ کر تعین کر لے کہ وہ کس قسم کا حکمران ہے۔ عالمی ساہوکاروں نے دنیا کی ساری دولت پر قبضہ کرنے کا جو شیطانی پروگرام بنایا ہے اس کی عکاسی جس طرح ’’وسائل رزق پر قبضہ، ارتکاز دولت کے شیطانی طریقے، بنی اسرائیل اور یاجوج ماجوج کا گٹھ جوڑ اور بچاؤ کا راستہ‘‘ میں کی گئی ہے وہ نہ صرف یہ کہ قابل تعریف ہے بلکہ سوچنے سمجھنے والوں کے لیے بروقت انتباہ بھی ہے۔خاص طور پر مسلم حکمرانوں کو اس شیطانی چال کو سمجھنے کی ضرورت ہے ورنہ شیطان کے اس عالمی معاشی شکنجے میں پھنس کر دین وایمان کے ساتھ دنیا بھی برباد کر بیٹھیں گے۔اعاذنا الله من ذالك۔

جناب غلام مرتضیٰ صاحب نے جنوری 2019ء کے حکمت بالغہ پر بذریعہ خط اپنے تاثرات کا اظہار کیا اور ایک غلطی کی اصلاح بھی فرمائی ہے۔ہم ان کے شکر گزار ہیں اور یہ خط شائع کر رہے ہیں تاکہ قارئین بھی اس کو درست کر لیں۔اللہ تعالیٰ ہماری لغزش کو معاف فرمادے، آمین۔

نئے سال کا شمارہ ملا۔آپ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ استقامت کے ساتھ اس مجلّہ کو مسلسل باقاعدگی سے 13 ویں اشاعتی سال میں داخل کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ محمد فہیم صاحب نے آپ کی اس محنت شاقہ کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔حرفِ آرزو میں ریاست مدینہ کا سادہ اور عام فہم الفاظ میں تفصیلی تعارف بہت عمدہ ہے اور موجودہ حکومت کے لیے مشعل راہ ہے۔اسی طرح محمد متین خالد صاحب نے قانونِ تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ اور اس کے مضمرات پر وضاحت سے راہنمائی فرمائی ہے۔’’فہم قرآن_ ایک تشنہ پہلو‘‘ کے مضمون میں ایک تساہل ہوا ہے۔صفحہ نمبر 28 پر سورۃ الغاشیہ کی آیات 17 تا 21 کا ترجمہ دیا گیا ہے مگر اس کو منسوب سورۃ الفجر سے کر دیا گیا ہے۔ اس کی تصحیح فرمادیں۔سیّد خالد جامعی صاحب دور جدید کے مسائل پر خوب نظر رکھتے ہیں اور بہت ہی متاثر کن انداز میں بخیے ادیڑھتے ہیں۔امید ہے آئندہ بھی اسی طرح بہترین مضامین سے ہمارے علم میں اضافہ کرتے رہیں گے۔رب العالمین آپ کی کوشش قبول فرمائے اور آپ کو اجر کثیر سے نوازے۔آمین۔

☆-☆-☆

تبصرہ وتعارف کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

تصوف اور عمرانی مسائل اقبال کی نظر میں

(تحقیقی وتنقیدی جائزہ)

مصنف: ڈاکٹر طالب حسین سیال

ناشر: اقبال اکادمی پاکستان

زیر تبصرہ تصنیف تصوف کے حوالے سے اقبالیات کی نہایت اہم تصنیف ہے۔ یہ جہانِ نو کی تشکیل اور حضرت اقبال کی فکرِ فردا ہے۔ جیسا کہ صاحب تصنیف تحریر کرتے ہیں: ''دورانِ مطالعہ وتحقیق میرا یہ خیال قوی اور مستحکم ہوتا چلا گیا کہ اقبال روایتی خانقاہی تصوف سے مختلف ایک متبادل تصوف کے خالق ہیں جو ان کے دور اور دورِ حاضر کے عمرانی مسائل کو حل کر سکتا ہے۔ اقبال کا طرزِ فکر عمرانیاتی تھا اور وہ ثقافتی تبدیلی چاہتے تھے وہ خداپرست، انسان دوست اور توانا کلچر کی تمنا رکھتے تھے جو مادی ترقی، روحانی بالیدگی اور جمالیاتی بہبود کا جامع ہو۔'' زیر تبصرہ کتاب نو ابواب: باب اول: تصوف۔ باب دوم: عمرانیات۔ باب سوم: مسلم سماج اور عمرانی مسائل۔ باب چہارم: عالم کون ومکان اور مقامِ انسان۔ باب پنجم: عقیدہ پرستی اور انسان دوستی۔ باب ششم: تقدیر پرستی اور جہد وعمل۔ باب ہفتم: متبادل تصوف۔ باب ہشتم: متبادل تصوف کا تربیتی نظام۔ باب نہم: متبادل تصوف کے عمرانی زاویے۔ اور کتابیات پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال کو اَلسنہ شرقیہ وغربیہ پر عبور تھا۔ ان کی فکر میں اثر آفرینی مشرق ومغرب کی حکمتوں کا حسین امتزاج ہے لیکن جدتِ افکار میں اس اسلامی اصول خُذْ مَا صَفَا وَ دَعْ مَا كَدَرَ پر عمل

کیا ہے۔ یورپ کا تعلیمی سفر علامہ اقبال کے ذہنی انقلاب کا پیش خیمہ بنا اور بنی نوعِ انسان بالخصوص اہل اسلام کو ایک نئے تفکر سے آشنا کیا۔ جیسا کہ انھوں نے بانگ درا میں فرمایا: ؎

مضطرب ہوں، دل سکوں نا آشنا رکھتا ہوں میں
آرزو ہر کیفیت میں اک نئے جلوے کی ہے

عہد رفتہ کے ممتاز اقبال شناس

مصنف: ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم

ناشر: مثال پبلشرز، امین پور بازار، فیصل آباد

زیر تبصرہ تصنیف 122 ماہرین اقبالیات کی حیات و تصانیف پر مشتمل ہے۔ اگرچہ اقبالیات کے حوالہ سے صاحب تصنیف کی پہلے 24 کتب شائع ہو چکی ہیں جن کا تعارف کتاب کے اختتام پر 'ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم کا اقبالیاتی سرمایہ' کے عنوان سے 12 صفحات پر مشتمل ہے۔ ان میں اقبال شناس مصنّفین کا کامل تعارف عنقا ہے۔ خصوصاً خفتگان و رفتگان ممتاز اقبال شناس کی علمی و ادبی خدمات تشنگی کا شکار تھیں جسے مکمل کرنے کی یہ ایک حسین کاوش ہے۔ تاہم بعض حقائق قابل تصحیح ہیں مثلاً صفحہ 232 پر تحریر ہے: ''محمد حیات خان سیال 14 اکتوبر 1931ء کوٹ عینی (عیسیٰ) شاہ ضلع جھنگ میں میر (مہر) کبیر خان سیال کے ہاں پیدا ہوئے۔'' ذخائرِ اقبالیات میں قابل قدر اضافہ، دانش جویان اقبالیات کے لیے ایک تحفہ اور کتب خانوں کی زینت ہے۔

جہانِ فہم (مقالات و مضامین)

مصنف: پروفیسر صفدر علی شاہ

مطبع: بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور

زیر تبصرہ تصنیف ادبی و تحقیقی مقالات و مضامین کا ایسا مجموعہ ہے جو صاحب تصنیف کی زندگی کے تجربات اور ان کی بلیغ فکر کا نتیجہ ہیں۔ جسے پڑھتے ہوئے قارئین کو شاید یہ احساس ہو کہ وہ شخصیات ان میں موجود ہیں جن پر یہ اثر آفریں تحریریں وجود میں آئیں۔ کیونکہ صاحب تصنیف کا اسلوب و انداز ہی ایسا خطابی و مکالماتی ہے۔ ان کی بلند خیالی، استعارہ کی

زبان اور عمیق نگاہ ادب کے شناوروں کے لیے تسکین کا باعث ہے۔ خطۂ جھنگ کے نامور ادباء، شعراء اور اساتذہ میں مصنف کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ کتاب تین حصوں میں منقسم ہے حصہ اوّل ادبی اور تحقیقی مضامین جن میں پہلا مضمون لسانیات کے مباحث و مبادیات، حصہ دوم شعراء جن میں پہلے شاعر حضرت سلطان باہو کے احوال و افکار وغیرہ اور حصہ سوم میں شعری مجموعے حرف تقدیس، چشت اہل بہشت ڈاکٹر ظفر پاتوانہ پر طائرانہ نظر، ادبی مضامین میرے خواب ادھورے ہیں ڈاکٹر شہناز مزمل، یہ کیسی محبت ہے ڈاکٹر محسن مگھیانہ کی فکر رعنائی اور فنی پختگی پر نقد و نظر ہے۔ عوامی کتب خانوں کی ناگزیر ضرورت ہے۔ ادیبوں، دانشوروں اور طلبا کے لیے ایک نصابی کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔

اقبالیات بچوں کے لیے!

مصنف: ڈاکٹر ہارون الرشید تبسّم

ناشر: مثال پبلشرز، رحیم سینٹر، فیصل آباد

زیر تبصرہ تصنیف بچوں کی بہترین تربیت اور روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔ فکر اقبال میں بچوں کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال نے قومی تشکیل میں بچوں کی کردار سازی اور ذہنی نشوونما کے لیے نظم و نسق میں اپنے جواہرات پیش کیے ہیں۔ کیونکہ قومی تشخص بچوں پر مسلسل محنت سے حاصل ہوتا ہے اور یہی بچے کل کے جوان اور ہمارے مستقبل کے امین ہیں۔ اقبالیات بچوں کو محبّ وطن اور مفید شہری بنانے میں ممد و معاون ہے۔ ہندوستانی بچوں کے لیے جو قومی گیت انھوں نے لکھا وہ وطنیت کے جذبات سے لبریز تھا۔

سارے جہاں کو جس نے علم و ہنر دیا تھا　　یونانیوں کو جس نے حیران کر دیا تھا
مٹی کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا　　ترکوں کا جس نے دامن ہیروں سے بھر دیا تھا

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

سفر یورپ سے واپسی پر انھوں نے مسلم قومیّت کا پرچار کیا

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا　　مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا

زیر تبصرہ کتاب دراصل ایک نصابی کتاب ہے جسے سکولوں میں پڑھایا جانا حکومت وقت کا فریضہ ہے۔ کتب خانوں کی زینت اور اقبال شناس مصنّفین کے لیے رہنما ہے۔

مسلمانوں کے حقیقی جذبات کی ترجمان   اَلْحَمْدُ لِلّٰہ

............قوموں کی تاریخ میں ایک صدی کا عرصہ زیادہ عرصہ نہیں ہے پھر بھی گزشتہ ایک صدی میں عالمی سطح پر مسلمانوں نے بالعموم (اور جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے بالخصوص) بے حد اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں۔

............یہ کتاب جذبوں کو جلا بخشنے والی کتاب ہے۔

............مسلم یوتھ کی اُمنگوں کو اُبھارنے والی تحریروں پر مشتمل تاریخ کا منفرد تجزیہ ہے۔

............کیا ہی اچھا ہو کہ اس کتاب کو کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر شامل نصاب کیا جائے، تاکہ پاکستانی نوجوان آزادی کی قدر و قیمت سے آشنا ہو سکیں۔

جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے

سو سال (100)

(1910ء-2010ء)

جو یکے بعد دیگرے تین عظیم عالمی مغربی سپر طاقتوں کے زوال کا باعث بن گئے

انجینئر مختار فاروقی

صفحات 168   کارڈ بائنڈنگ

قیمت 240 روپے (ترسیل بذریعہ کوریئر)

بالمشافہ خریدار کے لئے 20% رعایت

(اشاعت دوم)

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

ابلیس کی مجلس شوریٰ (1936ء)
میں مسلمانوں کے بارے میں
ابلیس کا مغربی طاقتوں کو مشورہ

تم اسے بیگانہ رکھو عالم ِکردار سے
تا بساطِ زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات!
خیر اسی میں ہے، قیامت تک رہے مومن غلام
چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہانِ بے ثبات
ہر نفس ڈرتا ہوں اس اُمت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات!
مست رکھو ذکر و فکر صبحگاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں اسے

فرمودۂ اقبال